

کہ علماء زمان اپنی تصانیف میں طریق مناظرہ کو چھوڑ کے مسلک جدال عناد اختیار کرتے ہیں
اور طریقہ متون وسطہ سے کنارہ کشی کر کے سبیل فساد پر چلتے ہیں ایک دوسرے کو اپنی رسائل میں
شیطان و جال بتاتا ہے جو چاہتا ہو وہ کہ سنا تا ہو ہر گاہ علیا کی یہ کیفیت ہو جاہلون پر کیا
تشبیہ کریں اور جب ارباب فضل کی یہ شان ہو ارباب جہل کو کیا کمین قبل از بریں دوی محمد شیعہ
سہسوانی نے ایک سالہ سنی القول الحق الحکم فی زیارۃ قبر الحبيب الاکرم تصنیف کر کے شائع
فرمایا اور اوہمیں حجاب زیارت قبر نبوی کو طرف بہر حنفیہ کے منسوب کیا اور احادیث زیارت
پر حکم غیر معتبر ہونے کا دیا چونکہ یہ تحریر انکی خیر توسط سے خارج ہو گئی نظر احقاق حق و البطلان اطل
کی ایک تحریر انکے جواب میں کی گئی نام و سکا الکلام المہر فی نقض القول الحق الحکم کہ گیا اور
اوہمیں طریقہ مناظرہ اختیار کیا گیا اب بعد عرصہ دراز کے مولوی صاحب موصوف متوجہ اسکی
رو کی طرف ہوئے اور ایک سالہ سنی القول المنصور فی زیارۃ سید القبر و التالیف کر کے مطبوع کیا
اور دوسرے میں طریقہ مجاہدہ و مکابرہ کو اختیار فرمایا صاحب کلام مہر کی شان میں کلمات اچھے سنائی
علماء سے بعد میں تحریر کیئے اور فقہا و کبار ولی الایدی و الابصار پر الفاظ طعن کے ثبت کیئے
سابقا مسموع ہوتا تھا کہ مولوی صاحب موصوف داب مناظرہ سے خوب واقف ہیں اور فن حدیث
و اسما و حال وغیرہ میں بھر ہیں لیکن اس سالہ نے اس کے خلاف ظاہر کیا بچہ وجوہ اول اینکه
سابقا اس امر کے قائل ہوئے تھے کہ بعض فقہاء وجوب کی طرف ہی گئے ہیں اور اس سالہ میں اس
اعراض کر کے احتجاج پر جماع نقل کیا اور اپنے زعم میں اسکو نہایت صحیح و درست سمجھا اور یہ
خیال فرمایا کہ مراد مذکور ہے جن کتب میں اس پر جماع منقول ہے مطلق طاعت ہو نہ استحباب ہو قابل
وجوب ہو نہ ہو و نیزہم اینکه قول سنت کا کارجح فرمایا اور یہ تحریر کیا کہ سنت ہو کہ وہ ہونے
زیارت کی کسی نے تصریح نہیں کی اور شرح مواہب کو بھی جو متداول ہیں الناس سے حایثہ کیا
ستونم نیکیا تیا ویل کو ایسا مفتوح کیا کہ قول وجوب اسنیت کو بھی اچھ طرف استحباب کہ گیا اور خیال کیا کہ اگر
ایسی بات تیا ویل مفتوح ہو و یگاتا تمام نظام شریعت تہ و بالا ہو جائے گا چہاں ہم نیکہ متحدی لازم کو مسمیٰ نہیں فرماتے
اور حسانی کو جو حدیث میں حج و عمرہ نہ فی نقد جنانی ہیں اردو میں شکار جو حدیث میں اجماع میں ہے وہ تصدیق کیا جائے
عبداللہ کی نقل میں ایسا بات بصر کو گزرا کہ کسی نے علم نہ اسکو تہرزا نا جو عیار میں اپنی دعویٰ کو موافق تھیں انکو نقل کر دیا

اور جو عبارتیں احقاق حق کی تھیں ان کو ہوڑ دیا ششم ایک قول قریب جب کو جوابات یات
 میں بعض فقہاء کے کلام میں وارد ہو ساقابل موجب جہاں اور اس رسالہ میں جایا اوسکو احتیاجاً
 پر محمول کیا ہفتم ایک جرح رواۃ حدیث میں سعی بلیغ فرمائی اور عدم مقبولیت جرح مہم جو تا کتب
 منقول ہر نظر میں نہ آئی ہشتم ایک جرح کے مقدم ہونیکو تعذیل پر اختیار کیا اور چونکہ یہ جمہور
 محدثین کا ہی اور کتب اصول حدیث میں مسطور ہے اوسکو ہوڑ دیا نہم ایک جہان کلام مہم
 نقل عبارات میں بقدر ضرورت اختصار ہوا تھا اوسکو عین تحریف تصور کیا اور تحریف کو صاحب کلام
 مہم کی طرف بیباک ہو کر منسوب کر دیا و کم من فرق بینما و ظہم ایک فقہاء معروفین کو مجہولین اور محدثین
 مشددین کو غیر مشددین اور غیر متساہلین کو متساہلین بنایا اور وعید سونظرین اخراہی کو خط
 نہ فرمایا ان امور سے اور مثال الشیخ جو ناظر سالہ پر مخفی نہیں گئے حال کمال اس قدر اور وفطانت و مبلغ
 علم و ذکاوت مولوی صاحب ہوصوف کا واضح ہو گیا اور چونکہ ایسے امور کے سبب عوام فقہین
 پکڑ گئی اور خواص تردد و تخیر ہو گئی اس سبب سے جواب دین سالہ کا تحریر کرنا پر ضرور ہوا بنا علیہ
 ایک سالہ سہمی بالکلام المبرور فی رد القول المنصور ایک مہینے سے کم میں باوجود
 اشغال کثیرہ و عوائق عدیدہ کے تحریر کیا گیا اور اس میں قول مولوی صاحب مدوح بلفظ قابل
 اور جواب اوسکا بلفظ اقول لکیر احقاق حق کیا گیا اور ترتیب اوسکی ایک قدرہ ورد باب چوٹی
 امید ناظرین باضافہ سے یہ بھی کہ اس سالہ کو بنظر غائر ملاحظہ کریں اور باطل کو حق و حق کو باطل سے
 متمیز کریں تو ہذا اوان الشروع فی المقصود متبہ کلام علی ہب لکرم اللہ وجہہ مقدسہ مخفی نہ ہو کہ باب یا
 قبضہ میں تین اقوال ہیں ایک یہ کہ مستحب ہے اور اس قول کو فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں بلفظ
 قال شایعنا نقل کیا لیکر اس سے نہیں مفہوم ہوتا ہے کہ یہ قول جمہور حنفیہ کا ہے کیونکہ جمع مسرف اللفظ
 نص عموم میں نہیں کیا لہذا ہمیں بطریل وغیرہ دیکھ کر یہ کہ سنت ہے اور اس قول کو شرح مواہب میں
 مال الدین بالکلی ہے اور شفاء اللہ مقام میں نجم الدین چلبی سے نقل کیا ہے نیز یہ کہ وجہ ہے اور جو لوگ
 قریب واجب کہتے ہیں اوسکا مرجع وجوب کی طرف ہے اور اس قول کو امام مالکیہ سے ابو عمر
 اور امام شافعیہ سے ابن حجر مکی و شافعی نے اور امام حنفیہ سے شارح مختار و صاحب مجمع الامم
 و طرابلسی شہرہ الیٰیٰ واجب نہانہ المفتین مگر وہی وہ صاحب باب المناسک کے غیر نے اختیار کیا

اور ابن ہمام اور صاحب منہج القفار اور صاحب نزل الہدی وغیرہ نے اس قول کو نقل کر کے سکویا
 پناچہ عبارات ان سبکی کلام بہر میں منقول ہیں اور ایک عبارت ابن حجر مکی کی اس مقام پر
 جو کلام بہر میں منقول نہیں ہو سکی مگر جس میں صاف ترجیح قول موجب منہج ہوتی ہے علم ہمار
 ان میں ترک الصلوۃ علیہ علی الصلوۃ علی الہدیٰ ترک زیارتہ مع القدرۃ علیہا تھا و یا فی ان
 کلامہما جفا بلہ صلی اللہ علیہ وسلم وان جمیع ذہ الاوصاف القبیحۃ الشنیعۃ التي ثبتت لتکرات الصلوۃ علیہ
 عند سماع ذکرہ بخیرشی ان مثبت تلتیہ بالذکر الزیارتہ بخیرشی علیہ ان یکون شقیاراً غم المائف سخطاً و
 التارعیہ اسلہ و رسولہ عوا علیہ من جبریل و من نبیہا صلی اللہ علیہ وسلم بذکرک بالسنن بخیرشی ملعوناً
 لا دین لہ لا یری وجہ نبیہ کما تضر ذلک و حفظہ واخبر بہ بن تہا و ان فی ترک الزیارتہ مع قدرۃ علیہ اسلہ
 یلوی حالہ علی الفصل من ذہ القباہج والرجوع الی اللہ ترکہ جہانہ بید اللہ ہی و وسیلۃ و حلیۃ سائر الخلق
 ولقد شہدنا کثیرین ترکوا الزیارتہ مع القدرۃ علیہا فاوثرہم اللہ بذکرک ظلمۃ محسوسۃ علی وجہہم و تفرقہ عن
 قطعہم عن عبادۃ اللہ و شغلہم بالذہاب الی ان ماتوا و کثیرین غلبت علیہم ظلمۃ الناس الی ان منعوا انہا
 قہرا ولقد اخبرنا عن بعضہم من اہل مکہ انہ کما اراد ان یخیر بہا منوع عائق فلما زال الناس یوخبہ ترک
 الزیارتہ الی ان خذہ اسبابہا فہمز و اخذہ جمیع الہ قال لہم انہ جوا قہلی و المتکم فلما جسر مکرہ اراد
 ان یرکبہ مسلط اللہ علیہ صلب لہم بکثرۃ فاحشۃ فخلف و ذہب الہ للزیارتہ و عاودا و قد عوفی ثم
 متحسراً الی ان مات من غیر زیارتہ لہا نہ حقت علی کلمۃ الحسن ان انتہی اور اسکی طرف بحر العلوم ارکان یعین
 اشارہ کر کے لکھتے ہیں یعنی من حج ان یوجہ لہ الفراع من الحج الی الدنیۃ لیس و رقبہ الصطی لہا لیکون من حج و جہا
 اور سیو جہ محمد بن اون لوگوں پر جو زیارت کو نہیں گئے طعن کرتے ہیں چنانچہ ذہبی کتاب العبر اخبار میں غیرین
 و قالع ۱۲۰ میں لکھتے ہیں مات فیہا العارف البکیر محمد الدین عبد اللہ بن محمد اصیبہ مانی الشافعی شہید الشیخ الی العباس
 مرکان و سبعین منہ جا و ربکۃ و ملا الذہبی صلی اللہ علیہ وسلم انہی آوریہ قول اگرچہ نظر علوم بعض خواص میں نہایت مستند
 معلوم ہوتا ہے لیکن بعد قائلیت احتجاج ہونی او کہ اگرچہ مستند مرفوع ہو جاتا ہے اور خیال کرنا چاہیے کہ فتویٰ حیاتہ اگر
 قول کے مخالف و فقہاء کر کہوند ایک طائفہ فقہاء مذہب بلعکاس طرف ہی گیا ہے اور دعویٰ اس کا کرنا کہ جمہور
 حنفیہ تنجیب کہ طرف گمراہ میں مطالبہ دلیل ہے کسی نقطہ صراطہ نسبت اس قول کی طرف جمہور کو نہیں معلوم ہوتی کہ
 لہم عوا جماع کا کرنا احتجاج پر محض غلط ہے چنانچہ تحقیق ان سبب امور کی اور امور فردیہ متعلقہ کی عشق و حب

ظاہر ہوتی ہو انشاء اللہ **باب اول** ہر دین اول قول کے جو مولوی محمد تیسرے صاحب نے بیان فرمایا
قول صورت میں اور اس کے بالبدل میں واقع ہوئے ہیں آری باب انصاف کو چاہیے کہ تامل وافر فرما کے
ملاحظہ کریں کہ مولوی صاحب موصوف نے اس باب میں کیا کیا استعدا و مذاہر کی ہیں اور یہ وہ ہستیا و
ایک آن میں کس طرح سے مثل غبار شمس کے ہو گئی **قال** سلمہ اللہ تعالیٰ ما بعد جانا چاہیے کہ کتاب سالہ
مولفہ مولوی عبدالحی صاحب کسنوی کہ محمد عبدالحی باب کے نام سے لکھا گیا ہے اور موصوم بالکلام للبرہم فی
نقض القول الحق الحکم ہو نظر سے گذرنا کمال تعجب پیدا ہوا کیونکہ پہلے یہ مسموع ہوا تھا کہ مولوی صاحب
موصوف کو نسبت سالہ علماء و فرائی محل کے عالم دینیہ کو ساتھ زیادہ مناسبت ہو اور علیہ تقویٰ دینا
و تہذیب عملی ہیں لیکن اس سالہ نے اس کے خلاف ظاہر کیا ایک نثر و تقویٰ یہ کہ رسالہ آپالیف کر کے
محمد عبدالحی کی طرف منسوب کیا اور وعید لے کر کہ یہ لایہ نشہ نہ فرمایا اور شہادت دینا یہ کہ نقل عبد
میں تحریف اختیار کی اور تہذیب کے کیفیت کہ اس سالہ میں ایسے کلمات تحریر فرمائی کہ شرف اہل علم کی
شان و از بس بے حد ہیں اگر لفظ و آریہ کریمہ دلس انصر بعد ظاہر لنگا علیہم من سبیل جواب ترکی کی
دیا جاتا تو مضائقہ تھا لیکن بقضای دلس صبر و غفران و ذلک من عزم اللہ و منع میں مناسبت معلوم ہوا
اقول علماء قدیم و جدید کا شرفا و غربا یہ سب تو یہاں کا اپنی تلامذہ کا نام اپنی تصانیف میں بیج کر کے ہیں اور
بزرگان حال تلامذہ خصوصاً گفتگو کرتے ہیں اور سر زمین یہ کہ حال مثل مقال کے گویا سمجھا جاتا ہے اور اعلیٰ
مثل مقال کے تصور کیا جاتا ہے اور ظاہر ہو کہ حال لہذا موافقت استاد و پس مقال استاد و بعینہ مقال لہذا
ہو ہوا علیہ السی نسبت اہل کذب نہیں ہو سکتی اور شرعاً کوئی قباحت اس سے جائز نہیں ہوتی نظائر اس کی بحث
نطق الحال جو کہ کتاب حافی و بیان میں مفصل ہے دو اوین شعرا و تہذیب و مقالات بجا و تحریر ملاحظہ فرمائی
کہ باقی کو صدق و تہذیب فرمائیے خود اپنی حال اور تقویٰ یا کچھ کہ ہر تلامذہ مولوی امیر محمد صاحب سوانی کو اپنی بعض
تلامذہ کو نام سے آپ نے تحریر کی تھی اور بمقابلہ بعض اخبار الہ آباد کے آپ نے لکھا کہ نام سے تحریر کی تھی یہاں
ایہا الذین انمولم نقولون بالافعلون کہ مقتدا عند اسان نقولوا مالا نقولون اور نسبت تحریف کے اور
کلمات و احیہ کے صاحب کلام ہر م کی طرف بہتان ہو کلام ہر م میں کہیں تحریف ہو اور نہ کوئی کلمہ غلط
شان ہو کہ سنیض غنقریب علی کل لیبیب ارب بلکہ یہ مہر کوں آپ ہی ہو کہ آپ نے اس سال کو فتح
بلکہ عالم کر تقویٰ پر اعتراض کیا اور وعید سنو ظن ہو ہر گز خوف نہ کیا اگر مقتضا کما تہین مدان تعز

بلیغ کیا جاتا تو مضائقہ تھا لیکن بات قضای حدیث لاکو نو اتقہ اعراضا علیہم ہوا قال مخنی
 نہ جو کہ زیارت قبر حضرت علی (علیہ السلام) سے ملے ہیں میں اقوال میں ایک کتاب کے تحت سنت مولد
 پیش کیے وہاں اور جو لوگ کہ قریب واجب لکھتے ہیں تو مرجع اس کا یا سنت مولد کی طرف ہو یا استحباب
 کی طرف **اقول** رجوع قول قریب واجب طرف سنت یا استحباب کے مخدوش ہو اس وجہ سے کہ جو شرکیہ
 کے قریب ہوا اس کا حکم اسی کی کا ہو تا ہی نہ اس کی ماتحت کا اور کسی فقیہ نے قریب واجب کا اطلاق مستحبین
 بلکہ فقہاء نے اطلاق اس کا البتہ واجب پر کیا ہے کہ سیف غنہ قریب پس قریب واجب کا مرجع واجب کی طرف
 ہو گا سنت واجب کی طرف اور خود قریب واجب میں محکم میں تحریر فرمایا ہے کہ واجب کسنا اور قریب واجب
 کسنا دونوں قول غریب ہیں اور یہی لکھ چکے ہیں کہ ظاہر ان دونوں قول کی دلیل ہی ایک ہی ہو گی
 یعنی وہ حدیث جس میں نسبت ناکر کے لفظ جانی آیا ہو اور یہی لکھ چکے ہیں کہ ایک ہی حدیث سے قریب
 کہ دو سے کہ نصف یا اور یہی لکھ چکے ہیں کہ طحاوی اور شامی نے جو اقوال ان دونوں کے نقل کیے ہیں
 کہ قائل ہو جو یا قریب ہو جو کے ہیں اس سے مقصود صرف بیان قول مرجع و ان سے خبریات الہامیہ اور
 کتاب کے نزدیک ہی قریب جو جو کہ مرجع میں جواب بوجہ حدیث کے اس کے سنت واجب کی طرف
 راجع کرنے کے دل میں الخالات عرض حکم و تراض حکم **قال** بالجملہ اس باب میں میں قول ہیں در راجع اور
 لائق فتویٰ ان میں جو استحباب جو چند وجوہ اول یہ کہ یہ مذہب جمہور حنفیہ کا ہے اور اس کا ثبوت کسی
 طرح ہو ہو کہ فتاویٰ المگیری و فتح القدر اور ارکان ربیع میں اس قول کی نسبت لفظا شننا کا لکھا ہے
 جیسے کہ غریب یا نشا اللہ تعالیٰ ان کتاب کی عبارت قول ہوگی اور قاعدہ اصول کے کہ مرجع معروف بغیر
 فائدہ استغراق کا دیتی ہو توضیح میں مرقوم ہو و الجمع المعروف بغیر اللام نحو عبدی حرار عام الضیاع و
 پس اس سے مستثنیٰ ہونے کے سوا اول بعض کو جنکا استثناء کتب فقہ و ثبوت ہوا **اقول** مرجع
 فائدہ استغراق کا و سوفت دیتی ہو جب غرض اضافت استغراق ہو نہ مطلقا بیل اس کو کہ علماء حنفی
 و بیان بحث مسئلہ میں اضافت کی فوائد سوا استغراق کی ہی لکھتے ہیں چنانچہ علامہ سعد الدین
 تقنا زانی مطلق میں لکھتے ہیں و قد یكون الاستثناء لاغناء عما عن تفصيل شیخ زحواً اتفاق اہل الحق علی کذا
 او متعسر بحال البذل لکن اولاً لا تمنع عن التفصيل مانع تقدیم بعض علی بعض من غیر مرجع نحو حضرة البیوم
 علماء البلد و کانہ صرح بذمہم و اما تم نحو علماء البلد فعلا کذا و کذا السامع او الکلم نحو حضرة السوف

نہ اس کتاب میں نہ کسی اور کتاب میں

المتضمن للاضافة تحريضا على الكرام او اذلال من هوها نحو صد ليقك وعدوك بالباب ولانا ذلة الاضافة
جنسية وثميا انتي لمخصا اس سے صاف ظاہر ہو کہ جمع مضاف مطلقا مفیدہ افتراق نہیں ہو کہ
کہی اضافت واسطے اختصار اور دفع ترجیح بلا مرجح کو ہوتی ہے جیسے ضرر الیوم علماء البلد اور ظاہر ہے کہ
مشائخنا اسی قبیل سے ہے اور اصولین کی مراد یہی ہے کہ جب جمع مضاف باضافت افتراقیہ ہو تو وہ الفاظ
عموم میں محدود و غیر مطلق جمع مضاف قال دوم یہ کہ رد المحتار میں اس قول کی نسبت لفظ لاطلاق
الاصحاب موجود ہے اور الاصحاب جمع محلی باللام ہے اور وہ فائدہ افتراق کا دیتی ہے توضیح میں لکھا ہے منہا الجمع المحلی
باللام فالکیم جمع ہوا قول خود صاحب اختیار نے شرح لباب و روشنی منع سے قولی وجوب کو اور فیہ العین
اور شرح مختار سے قولی ترتیب وجوب کو نقل کیا ہے پس اس کے قول لاطلاق الاصحاب میں افتراق کیونکر مراد ہوگا
ہو کیونکہ جمیع اصحاب قائل استحباب نہیں ہیں بلکہ بعض وجوب کی طرف بھیائل ہیں جیسا کہ خود او سبکی
عبارت سے مفہوم ہو اگر یہ اختلاف ہو کہ جب افتراق جمیع اصحاب مراد نہ ہو تو ہم اس کو اکثر اصحاب پر محمول
کرینگے وہو مثبت اللام تو اس کو یونہی وضع کرنا چاہیے کہ جمع محلی باللام جب مراد نہ ہو موضوع ہو واسطے
افتراق جمیع افراد کے اور اکثر افراد اور اقل افراد کو اس کے معنی مجازی ہیں اس میں حقیقی نہیں ہو سکتا
مجازات متساویۃ الاقدام میں بغیر قرعہ کر لقمین ممکن نہیں اور ماخوذ فیہ میں کوئی قرعہ اکثر ہو چل کر نیکیا
ہو جو نہیں علامہ یہ ہے کہ محلی باللام مفیدہ افتراق اس وقت ہوتی ہے جب عمدہ بن سکو جیسا کہ عبارت
توضیح کی مفید ہے اور عبارت رد المحتار میں عمدہ ممکن ہے بطور سے کہ مراد اصحاب قائلین بالاستحباب
ہوں قطع نظر اسکے کہ اکثر ہوں یا جمیع یا اقل اس عمدہ کو ہوڑ کے افتراق پر حمل کرنا خلاف اصول
قال سبک ہم ہو مشایخ حنفیہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ نفل ہو تو اختیار ہے چاہے بعد اساتحج کر کرے اور چاہے نہ زیارت
اور زیارت منقطع ہے استحباب پر کیونکہ اگر زیارت واجب یا سنت ہو کہ وہ ہوتی تو تسویۃ تخیر کے کیا منہ بلکہ چاہے
کہ اعتبار بالزیارت حسن ہوتی پس مسئلہ صریح دلالت کرتا ہے اس پر کہ زیارت قبضہ نبوی کی نزدیک ہے نحو حنفیہ کے
مستحب علی الخصوص اصحاب قباوی المکیہ اور صاحب تصحیح القدر اور صاحب بیان ربیعہ اور صاحب مختار و بعد
استحباب کے قول وجوب یا قرینہ وجوب کو نقل کر کے یہ مسئلہ کہ منقطع ہے استحباب پر بیان کرتے ہیں قول منقطع ہوا
اس مسئلہ کا اور استحباب زیارت ممنوع ہے بلکہ قول وجوب پر یہ مسئلہ ہی مستقیم ہے اس وجہ کہ زیارت پر تقدیر وجوب
واجب مطلقہ ہے نہ واجب قیدہ ہے اور تخیر میں التطوع والواجب الطلوع جائز ہو مثلا اگر کسی شخص پر چار گھنٹہ

ثم ثنی بالزیارة وان بدد بالزیارة جازا لیه و قد تم النقل علی فرض ان فی الغیبات البلاغ و لا یجوز ان یقول
 کہ تسویه و تخیر متفرع و ترجیح بر اقوال یہ آپ ہی کو معلوم ہوا ہو گا کہ نہ یہ مسئلہ منقولہ قول و جواب پر ہی
 مستقیم ہے جیسا کہ سابقہ مذکور ہو اسلئے انصار اس مسئلہ کا ترجیح پر باطل و افتراء قال ابن شیح عبد الحق دہلوی
 جذ البیاض بین کلمتین یارت حضرت نزدیکی منیفا افضل منہ بات و او کہ مستحب است قریب بد جہاد جات
 اگر کوئی شبہ کرے کہ اس عبارت معلوم ہو کہ زیارت حضرت امام صاحب کے نزدیک قریب ہو واجب پس نہ کہ یہ ہوئی
 تو جواب ہوگا یہ کہ قریب ہو واجب نص نہ ہو کہ نہ ہوئے میں نہیں ہو پس نام کو نزدیک یارت قبر حضرت صاحب
 ٹھہری و یہ کہ جس مسئلہ میں اختلاف مابین قول و جواب تو فتویٰ امام کے قول پر دیا جاتا ہے جیسا کہ ذکر کرتا
 میں لکھا ہے پس جس میں اختلاف مابین قول و جواب نہیں اس میں بالاولیٰ امام کے قول پر فتویٰ
 دیا جاتا ہے قول عبارت جذ البیاض کہ موافق ہمارے مقصد کے ہے مقصد مولف کے کہ چونکہ سابقہ فقرہ
 پہلے آئے اور مولف ہی قول حق حکم میں لکھ چکے کہ واجب و قریب جب دونوں قول متعارض ہیں اور
 اول دلیل اس پر ہے کہ فقہاء و جماعت میں جماعت کو سنت مولف واجب لکھتے ہیں اور اول دلیل
 واجب کے متفرع کرتے ہیں مجمع الانہر شرح ملتقى البحرین فی الجماعۃ سنت مولف ای تقریب میں واجب ذکر کیا
 اہل مصر قولہ یا واد ترک واحد ضرب جنس لا یخص لاحد ترکما الا بعد منہ المطر و الامین والبر و انشدیرا
 اور ضمیمہ الدین شرح وقایہ میں لکھتے ہیں الجماعۃ سنت مولف ای قویۃ تشدید الواجب لا یخص ترکما الا ان
 عذر انشی اور شریانی مرا فی الفلاح میں تحریر کرتے ہیں الصلوۃ بالجماعۃ سنت مولف قویۃ تشدید الواجب بقوۃ
 انتہی او عجمی جابر لفیس شرح درہ منیظہ میں تحریر کرتے ہیں الجماعۃ سنت مولف ای قویۃ تشدید الواجب
 فی القوۃ حتی یشتمل علی جملہ ما علی جہود الامان انتہی ان عبارات و صاف ظاہر ہے کہ فقہاء کو نزدیک ترجیح
 واجب و تشدید واجب حکم واجب میں ہی اور ترک و سکا فی غیرہ کے جائز نہیں ہے جیسا کہ واجب ترک بغیر
 جائز نہیں ہے اور جہود و سکا علامات ایمان ہے جیسا کہ وجود واجب و فرض شائع ایمان ہی ہے جس سے پہلے ترک
 قریبی واجب امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقتضای عبارت جذ البیاض قریب واجب ہوئی تو ترک اس کا بغیر
 عذر کے جائز نہ ہو گا اور جو فرض بغیر عذر کے اس کو ترک کرے گا وہ ضرر و درجہ قبول و ضرر ہو گا اور ہی حکم دے
 کا ہی تو قریب واجب کو سنت مولف پر عمل کرنا یہ خوب دیکھ مراد لینا خلاف معقول و منقول ہے بلکہ خود کا
 آپ کے غیر نقل معقول ہی اور یہ دوسرے موضع و ادن و اصغر و غیر ان سے متناقض آتی ہو اس کو یاد کریں اور

متفرع و تخیر متفرع و ترجیح

موضوع: سفر فاروقی مولیٰ محمد مجتبیٰ

اگر برادر یہی کہ بعضی مواقع میں اہل حق بالکتابین فتویٰ بنا چاہیے پس لیں یا دوست ہی کیونکہ شکل اول میں حکایت کرتی
 شرطیہ و اذا ذات الشوط فالتشرط قال **مردم** جو مجاہد ہر شافعی مالکیہ و حنبلیہ کا یہی ہی قول ہے جو دیکھ
 ارکان بالعباسیہ سے ظاہر ہو آؤ یہ وہی وفار الوفا میں لکھتے ہیں الحنفیۃ فالوفا ان یافق قبر رسول اللہ من
 انفسہ استجابات بل تقرب بہ و درجۃ الراجبات و کہ نہ کہ نص علیہ مالکیہ و الحنبلیۃ اور اس جملہ کے کتاب الفوائد
 میں لکھا ہے قال الرافعی فی ما خرج باب الحج و تحبیل شرب من یخمر منہ و ان یرجعه قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم قال فی الردۃ استحبہ الغزالی ایضا و قال البغوی فی التہذیب فاذا حضر یزید ان یصلیٰ بہ من کتبہ
 سائب و بنو قبر النبی علیہ السلام قال الشیخ محمد الدین فی الاذکار عالم نے یہی کلمہ من حج ان یوکل فی زیارۃ قبر
 علیہ الصلوٰۃ والسلام سوا کہ ان کہ یطریقوا و لکھن و قد صرح الشیخ مہر فی الذین استجابات زیارۃ قبر النبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام حمانیہ صرح بہ فی کتاب المغنی و الکافی و صرح بہ الخطاب فی کتاب لمعاتہ افعال استجابات و
 حکمتہ و اذا فرغ من الحج استحب ان زیارۃ قبر النبی علیہ السلام فی صاحبہ قول یہ کلام مخدوش ہے جو چند دور
 اول یہ کہ سابقاً مولف نے عبارت امکان کی یوں لکھی ہے علیہ السلام زیارۃ قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
 و سلم ہاتھ شاینا الکرام و اتفاق الشافعیۃ و مالکیۃ و حنبلیہ و حنفیہ و شیعہ و مندوبات و مشیعہ البرکات
 و فواید الخ و انما قریبہ عن اوجب لمن لم یسقط انتہی اس عبارت میں اتفاق شافعیہ مالکیہ شیعہ قول
 حمانیہ شافعیہ مالکیہ پس ہندوا مولف اس امر پر کہ قول استجابات جو انہو مالکیہ شافعیہ ہی ساتھ اس عبارت کے
 درست ہے کہ جو کہ نہ کہ مولف کے کلام میں عارم ہو تا ہے کہ بعض شافعیہ مالکیہ قول خوب کی طرف گئے ہیں اور عبارت
 ارکان اتفاق معلوم ہو تا ہے و این ہذا میں ان کو ستر کر دیا کہ جو علمو قبل اس عبارت کے لکھتے ہیں یعنی من حج ان
 یوکل فی زیارۃ قبر النبی علیہ السلام لکھن من حج و جفا انتہی اس سے ظاہر ہے کہ جو علمو قائلان
 ہیں کہ جو حج کریں اور زیارت کو نہ جاؤ و رہ جانی جو اور خلاف قصد مولف ہی اسوجہ سے موقوف اسے چشم پوشی
 اور یہ اول موضع ہوا ان موضع میں نہیں مولف نے فقہی کی تیسری کہ جو علمو بعد عبارت خلوہ مولف کے لکھتے ہیں
 و لا یحتاج فی ذلک ان یصلیٰ علیہ التصدیق بانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل المرسلین انکہ بڑا کا نقل عن ابن
 و متبوعہ فقد سقہ لکھنہ و انما لو انما صحت الاسلامیۃ و جہ طریق الوصول الی البرکات الخلیفۃ و بالجملة ان
 کو ان زیارۃ قبر رسول من علم معات الطریقات و الخصال بانہ لا فائزہ فیہا من علم و حرمان عن غیر عظیم و قول ان
 و اصل و لا اوجب لہ و امثال ذلک الا و انما لیس فی ان تفرقہا بافضلہ من ان یطعن بہا و استدلہم بالحدیث صحیح

منہ اول تصدیق مولف کے ہاں

صحیح بین نظرانی باطل و لا نظرانی من قال و مسرکے یہ کہ جب کتاب میں استحباب مذہب پر اجماع
منقول ہو اس سے مراد وہاں مذہب بالمعنی اللامع و یعنی کبھی قربت مطلقہ نہ معنی مذہب مقابل و درجہ
سنت بدل اسکے کہ ناقصین اجماع خود ہو قول جو کہ کو ہی نقل کر لے ہیں چنانچہ صاحب جنب الغلو
نے اجماع اور افضل سننا و راہ کہ استحباب ہونے کی نقل کی اور ہر قول قرینہ واجب کو ہی نقل کیا ہے کامر
سابقہ قدیم سے یکے کے بعد و سنت سے جو عبارت سننا الہدی اور شفا میں واقع ہو معنی لغوی ہی یعنی طریقہ
بقریہ لفظ سن سن المسلمین کہ یہ تحویل و اطلاق سنت کا اس معنی پر شائع و ذائع ہے چنانچہ ملا یعقوب
سید علی مغایع الجنان شرح مشرق الاسلام میں لکھتے ہیں علم ان المصنف یدکر السنۃ تانہ حیث یقول السنۃ
کذا والام الفلانی سنۃ او خود لکے برید بہائے سید المسلمین صلی اللہ علیہ علیہ وسلم قاریہ لغوی ذکر و برید
سنۃ اہل السنۃ والجماعۃ قاریہ ذکر برید بہائے سلف الصالحین ہمارے ذکر برید بہائے اہل الاسلام
و دین المسلمین غیر ذلک فہذا السنۃ بمعنی الطریقۃ اتھی جو مستحکم ہے کہ سنن الہدی میں بعد عبارت منقولہ و لکھا
ہو و قال الکرامی من اصحابنا الحنفیۃ انما سند و تفریق الی الوجہ فی حق من کان السنۃ علی دلیل علیہ الاحادیث
انتہی بعد اسکے ابو عمرو سی اور بن حجر ہی قول وجوب کو نقل کیا چنانچہ عبارت اسکی تمامہ کلام ہر میں
مردم ہر اس عبارت میں جملہ علی دلیل علیہ الاحادیث و ظاہر ہے کہ صاحب سنن الہدی ہی اہل الی الوجہ ہی
اور راہ سنت کے ایک عبارت سابقہ میں طریقہ پر مذکور ہے صلی علیہ و علیہ وسلم و عبارت مخالف مسلک اہل کفر کے
تھی اسوجہ سے عبارت دلی پر دونوں کو اکتفا کیا یہ تفسیری جگہ ہے اور ان جگہوں میں جہاں مولف نے
قطع و برید فرمائی قال جاننا چاہیے کہ سنت کا اطلاق جو ان عبارت میں زیارت پر کیا گیا وہ منافی
استحباب میں ہے کیونکہ سنت کا اطلاق سبب پر آتا ہے روایتنا میں باب العیدین میں مرقوم ہے قال روع قد
وحاصلہ تجوز اطلاق التمسح علی السنۃ و عکس انتہی اقول سنت ان و نون عبارتوں میں محمول ہے اور ہر
طریقہ متعارف کے نہ اور سبب کے کلام علاوہ یہ کہ سنت کا اطلاق واجب پر ہی آتا ہے زائد ہی معنی شرح مختصر
قدوری میں تحت قول تہذیب الجماعۃ سنت ہو کہ کہتے ہیں اما اصحابنا فقد اختلفت لروایات عنہم فقتل انہا
واجبۃ و لسنۃ ہو کہ غایت تاکید قلت الظاہر ہم ارادوا بالتاکید الوجہ انتہی اور بحرائق میں ذکر
صاحب البدائع غیر وان افاضل سنن ان الجماعۃ سنۃ ہو کہ کہتے ہیں فی العبادۃ لان السنۃ الموعودۃ
و الوجہ سوا و خصوصاً ما کان من اشارۃ الاسلام انتہی و مصدر الشریعہ شرح و قایم میں باب العیدین میں تحت قول

توضیح یہ کہ تفسیر مولیٰ و مولیٰ

مصنف و شرطہا شرطہا بحکمہ وجوب ادا و اگر لکھتے ہیں فادھر العبادۃ ان لوطہ العید واجبہ و ہر وادیہ عن
 ابی حنیفہ و ہوا لاصح و قبل انہما سنتہ عندنا فان محمد قال عیدان آجانی یوم واحد فالاول سنتہ و الثانی
 فریضۃ فاجیب بان محمد انما ساءل سنتہ لان جوابہا بالسنتہ انتہی لکن فی الاملائیۃ و ہوا لوطہ العید و سبب
 فقہا بن باب الاوان و ارباب الجماعۃ کو ملاحظہ کیجیے گا صاف واضح ہو گا کہ اطلاق سنت کا وجوب پر عرف فقہاء
 میں شائع ہے پس لفظ سنت کا جو عبارت میں لایا ہے و وثقائین واقع ہے اگر اس معنی پر محمول ہو کہ یہ نقصان نہیں
 ہو اور حمل کرنا اس کا صحیح پر ظان موقوف عبارت ہو کہ لایا ہے علی من لادنی تدبر قال اگر کیا جاوے
 کہ جیسا اطلاق سنت کا صحیح پر آیا ہے و لیس اہل طلاق صحیح کا سنت پر ہی آیا ہے پس من عبارت میں لفظ
 استحباب ہو اس کو سنت ہو کہہ کر کیونکہ میں محمول کیا جا تا ہے وجوب اس کا یہ کہ قولنا سنتہ ملوکہ صراحت
 کسی منقول نہیں ہے جبکہ اہل سکا حال تکشف ہوتا ہے بخلاف قول نہایت اقول انکار نصیح سنت
 ملوکہ کا کلیۃ غلط اس واسطے کہ بعض نے تصریح سنت ہو کہہ ہو کہ کی کہ ہر جملہ ذکر نجم الدین منبلی ہیں کہ جبکہ
 ترجمہ بیون علی حسن المحاضرۃ فی اخبارہ و انفاہر میں لکھتے ہیں نجم الدین ابو عبد اللہ محمد بن حمدان الحارثی
 العلانی الکبیر شیخ الفقہاء مصنف الرعاۃ الکبریٰ انتہی لایہ عرفۃ المذہب باتفاق ہوا فی مصنفہ سنتہ و تسعین
 و ستائے انتہی خیرا نفعی الدین کی شفا و الاستقام کے بیان میں لکھتے ہیں قال نجم الدین علیہ السلام علیہ السلام
 من یکذب بآیۃ قرآنیہ صلی اللہ علیہ وسلم و قبر صابیہ لذلک بعد فراغ حجة ان شاقبل فراغتہ انتہی او من یحلف بالکلیۃ
 الطافی جمال الدین بن عبد اللہ بن حکم زادات سید علی نے سنتہ ثلاث و عشرین ثمانۃ لکھی ہیں خیرا نفعی محمد بن عبد الباقی زکاء
 شیخ سلوہ لدینی بن تحریر کر کے ہیں تدبر الحال الانفس فی شرح الرسالۃ بانما سنتہ ملوکہ قال اگر کوئی شبہ کرے کہ
 اجماع نہ ہو کہہ سکتا ہے حالانکہ بعض واجب و بعض سنت ہو کہہ کہتے ہیں تو دفع سکا اسطو پر کہ سنت ہو کہہ کہنا تو
 کسی منقول نہیں ہے و ان بعض مالکیہ جو قولنا اوجبہ بقول ہر او سکی دلیل و مکر مالکیہ نے ساتھ سنت ہو کہہ
 کہ کی ہو جیسا کہ ابن حجر کی پہنچی و منظرہ میں لکھتے ہیں قال بعض المالکیۃ وجبتہ و قائل غیر منہم منی السنن
 الواجبۃ انتہی او قریب ہو واجب جو لوگوں نے لکھا ہے وہ ہی کچھ نص سنت ہو کہہ پر نہیں بلکہ قریب جبکہ
 محل صحیح پر ہی ہو سکتا ہے لایہ وجوب بعض مالکیۃ یعنی ابو عمران و منقول جو اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ او
 لوگ جو وجوب کے طرف گئے ہیں و تعلقہ ابو عمران کی کئی ہیں لیکن یہ قول افع اجماع میں ہو سکتا ہے
 وجہ اقول اس کلام میں چند مناقشات ہیں اول کہ انکار تصریح سنیت قلت متبع نے اصح ہے

[illegible]

علم اصول میں ہر اور شرط بشرطی اور شرط مذکور اسی اجماع کی ہر ضابطہ کتب اصول میں ہے
اور تاہن فیہ میں صاحب التمسار نے اجماع مسلمین نقل کیا اور صاحب جذب اور سنن الہدی نے
اجماع علماء دین نقل کیا اور کسی نے اجماع مجتہدین کا اطلاق نہیں کیا پس خلاف ایک علم کا پہلی
اجماع کو باطل کر دیا بلکہ خلاف ایک عامی جاہل بھی منافی اجماع مسلمین ہو گا مولانا ولی اللہ دہلوی
شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں لا یجوز علی التدریج ان الاجماع الذی ہو اصداد لہ الاحکام لا یحقق الا بالانفاذ
المجتہدین فان قول العامی لا یخل فی ثبوت حکم اصلا واما ان یرید بالعلم کل الاجماع علی امہات الشرائع
کالصوم والصلوة والزکوۃ والحج وغیر ذلک فلا شہادۃ لہ لا یجوز المجتہدین انتہی اور عبد الغفر بن نجار بھی
شرح منتخب حسامی میں لکھتے ہیں کہ میں اس میں اہل المذہب الاجتہاد من العلماء لہم العوام حتی لا یعتقد بخلاف ذلک
الذی لا یعرف لاصول الکلام المفسر الذی لا علم لہ بطریق الاجتہاد والمحدث الذی لا بصیرۃ لہ فی وجوہ الرای
وطرق المقائیس الخواری الذی لا معرفۃ لہ بالادلۃ الشرعیۃ فی الاحکام واما لا یتحتاج فیہ الی المذہب
فی ذکرہ الخوام العوام کالصلوات الخمس مع جوب الصوم والزکوۃ ونحوہا فیستلزم فی انعقاد الاجماع فیلتفان کل
من الخوام العوام حتی لو فرض خلاف بعض العوام فیہ لا ینفقد الاجماع انتہی قال اگر کہا جاوے کہ جس طرح
اجماع منقول ہو مراد اس عام ہے جو سخت سنت ہو کہ وہ واجب کو شامل ہو تو اس کا جواب دو وجہ ہے
اول یہ کہ تاویل محض لغوی کیونکہ مقصود اس مقام پر بیان حکم شرعی ہے اور حکم شرعی احتجاج خاص پر چلنی
مصطلح نہ عام دہم قول الوجوب میں جس کی دلیل ضعیف ہو اور علمائے اہلین تاویل کی ہر تاویل کرنا اور
قول بالاحتجاج میں جس کی دلیل قوی ہو اور کسی نے اہلین تاویل نہیں کی تاویل کرنا محض توجع بلا مرجع ہے
اقول جو لو کہ احتجاج بالجماع نقل کرتے ہیں ہی قول وجوب کو بھی نقل کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر
ہو کہ مراد احتجاج انہوں نے عام مراد لیا کیونکہ در بیان ذکر اجماع جمیع مسلمین یا جمیع علماء دین کے احتجاج خاص
کو اور در بیان ذکر قول جو کہ متانی وضع ہے اہل علم کہیں مولانا ابوالکبار اولی الایدی والابصار العلم بهذا التسانی
الواضح والتسانی اقتضی المالح اور اس کے جو دو وجہ جواب میں ذکر کہیں انہیں جو وجہ اول مثل ہمارا مشور کہ ہے
اسو سیکے کہ بسط احتجاج خاص حکم شرعی ہے اس طرح اثبات قربت ہی حکم شرعی و عمومی شائبہ اشباہ میں لکھتے ہیں
ذکر شیخ الاسلام زکریا ان الطاعة فعل ما یشاء علیہ توقف علی نیتہ ولا عرف من یفعل لاجلہ ولا لا القرۃ فعل ما یشاء
علیہ بعد معرفۃ من یقر بہ لہ ان لم توقف علی نیتہ والعبادۃ ما یشاء علی فعلہ وتوقف علی نیتہ نحو الصلوات خمس

والصوم والحج من كل ما يتوقف على الهيئة فترت وطاعة وعبادة وقراءة القرآن والوقف الفسق والصدقة ونحوها
 مما لا يتوقف على هيئة فترت وطاعة ليست لعبادة والنظر المودعي الى معرفة الصدقات في حاجته لا فترت ولا عبادة.
 انتهى وقواعد مذمومة لا تباہ انتی اگر یہ شک کا قاع ہو کہ مندوب ہونا زیارت نبوی کا بالمعنی اللہ امر طاہر ہو
 اوسکو کر کے نہ کی وراویہ جماع نقل کر کے کی کیا ضرورت تھی تو جواب دے سکا یہ ہے کہ چونکہ بعض سے اکلہ
 اسکی قریب ہونے کا منقول ہے اسوجہ سے فقہاء اسکی بیان کر کے کہ جو جمع ہوا آدراپکے دوسرے وجہ کا جواب ہے
 کہ بابت دلیل بلا ضرورت کو مسدود کرنا ضروری ہے ورنہ جسکو جس جگہ کی دلیل ملے گی یا ضعیف معلوم ہوگی
 اوسکی تاویل کر لیا گا اور انظام شریعت نہ وبالا ہو جائیگا قال اگر کسی کو ظہان ہو کہ ثبوت جماع موقوف نہ
 متصل ہے تو جواب دے سکا یہ ہے کہ بیان جماع بابت غیرہ سے نقل کیا ہے اگر قمار کے نزدیک معتبر ہیں تو یہی کافی ہے
 اور اگر نہیں تو جتنی عبارات تائید و وجہ کے لیے نقل کی گئی ہیں انکو قائل استجاب ہی تہمید نہیں کر سکتا
 اقول یہ تقریر بابت مناظرہ سے خارج ہے بلکہ فروغ مکابروہ و مجاہدہ سے ہے کیونکہ حبیب کو معترض سے یہ کہنا کہ اگر تم
 ہمارے قول پر نقل کو مسلم نہ کہہ دو گے ہم بھی تمہارے قول پر نقل کو نہ مانیں گے موافق علم مناظرہ کے جائز نہیں
 کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرمائیے بعد اوسکے میدان مناظرہ میں آئیے آدربابت غیرہ اگرچہ خاصہ کے نزدیک قبول ہیں
 لیکن نقل جماع اسکا صحیح ہے اور اسکا نقل کر کے بالقرائن البیہ کما فی غیرہ علاوہ یہ ہے کہ کسی کتاب کے معتبر ہو
 یہ نہیں لازم کہ جو یہ ہے یہ قوم ہو اگرچہ خلاف ثقافت کے مقبول ہو جاوے اور عبارات تائید و وجہ کی
 تسلیم ایک لازم ہوگی اسوجہ سے کہ خود آپ اس کے قائل ہیں کہ بعضوں کو نزدیک بارت و جب ہی قال اب
 حال سنت ہو کہ وہ ہونیکا قطع نظر اس کے کہ کسی سے منقول نہیں ہے فی نفسہ محض اصل ہے کیونکہ اکثر فقہاء کے
 نزدیک سنت ہو کہ وہین موطن نبوی شرطی اور اسکا فقدان محل نزاع میں بدیہی ہے اور موافق بعض کتب کے
 میں اعلیٰ قطعاً راشدین سے ہی سنت ہو کہ وہ جو بانی ہر نسکین کا تحقق ہے مقام پر حیرت میں ہے قول
 یہ کلام حاتی ہے ساتھ چند وجوہ اور ایں کہ قول سنت ہو کہ وہ کا بھی منقول ہے کما فی غیرہ سے پس سلب کلی اس
 باب میں خطا ہے و دوسرے یہ کہ وہ اصل ہونا اس کا غلط ہے بلکہ اصل اسکی اثر ابن عمر سے ثابت ہے کما سیما
 اور اس منقول مقابلہ منقول کا نہیں کر سکتے ہیں یہ کہ امتساب اس کا کہ سنت ہو کہ وہین موطن
 نبویہ شرطی طرف اکثر فقہاء کے مطالب نقل العبادات ہے یک جم غفیر فقہاء کا مثل عینی ابن ہمام و عبد الغفر
 بخاری صاحب کشف الاسرار و ابن کمال الشافعی و ملا خضر و صاحب نرو صاحب ایضاً غیرہم سنت ہو کہ وہ کا

عليه الصلوة والسلام فمات في يوم الاثنين بالمدنية بعد موت رسول الله من ذلك اليوم
كذا ذكره ابن مسكروني في حجة بلال انتهى وأوربي شفاء الاستقام من ي قد استفاض عن عمر بن عبد العزيز
انه كان سيد البرية من الشام يقول سلم على رسول الله عليه الصلوة والسلام ممن كره لك ابن الجوزي نقله
من خطه في كتاب شيخه من اسكن الى زيارة اشرف الامكن ذكره ايضا الامام ابو بكر احمد بن عمرو بن ابي عامر
ووفاته سنة سبع وخمسين مائتين في مناسك لطيفة جردا من الى سائدها في الثبوت فسفر بلال في
زمن عهد الصحابة ورسول عمر بن عبد العزيز في زمن مد القبايعين من الشام الى المدينة لم يكن للزيارة
والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم ولم يكن الباعث على السفر غير ذلك من امر الدنيا والامن امر الدين
لا من قصد المسجد ولا من غيوة انتهى أوربي شفاء الاستقام من ي وفي فتوح الشام انما كان ابو عبيدة
نار لا بيت المقدس بل كتابا الى عمر مع ميسرة بن مسروق يستدعيه الحضور فلما قدم ميسرة مدنية رسول
صلى الله عليه وسلم دخلها ليلا ودخل المسجد وسلم على قبر رسول الله وعلى قبر ابي بكر الصديق وفيه
ايضا ان عمر لما صالح اهل بيت المقدس وقدم عليه لعب الاحبار وسلم وفتح عمر اسلامه قال عمر فذلك
ان تشير معي الى المدينة وتزور قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقلت له فقال نعم يا امير المؤمنين انا افضل لك لما
قدم عمر المدينة اول ما بدأ المسجد وسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى أوربي شفاء الاستقام كذا
سابع من ي قد روى الحسن بن علي بن الحسن بن جعفر بن عبد الله الحسيني في كتاب اخبار المدينة قال حدثني عن
خالد بن شاذان بن يحيى عن كثير بن زيد عن عبد المطلب بن عبد الله بن خطبة قال قيل مروان
فاذا حل منزله المقبر فاخذ مروان برقبته وقال بل تدري ما صنعت فاعلم عليه قال نعم في لم ات الحرام ولم
اللعين انما جئت رسول الله عليه الصلوة والسلام لا اتبعوا على الدين ذوا ليه الله لكن ابوا عاليا اوليه
غير ذلك الرجل ابو ايوب الانصاري قلت يونس من فوقه ثقات وعمر بن خالد لم عرفه حتى اشدس الدين
سخاري صاحب قاصد حذر الرياح الاكباد ابراج فقد الاولاد كس بارثا لث من تحريره كس هين قالت
فاطمة بنت جعفر بن ابي النبي صلى الله عليه وسلم وقد اخذت قبضة من تراب قبره فوضعتها على عينيها وبكت
ولاشا تقبل ما باذ على من ثم ترة احمد ان لا يسمي على الزمان غواليها صبت على صاحبها لوانها
صبت على الامام عمر بن ابي ايوب انتهى أوربي شفاء الاستقام من ي في كتابه السموي ذوالوفا باخباره الصلوة من
لكنه من يدي عبد الرزاق باسناد صحيح ان ابن عمر كان واقفا من سفراتي قبر النبي صلى الله عليه وسلم

فقال سلام عليك يا رسول الله في الموطأ من أبي يحيى بن ابن عمر كان يقف على قبر النبي صلى الله عليه وسلم
 فبصلى على النبي وعلى أبي بكر وعمر وروى أحمد بسند حسن كما رأيت بخط الحافظ أبي الفتح الرازي
 المديني قال حدثنا عبد الملك قال حدثنا ابن عمر قال حدثنا كثير بن زيد عن أبي ذر بن صالح قال قال قبل
 مروان بن الحنفية جلا ووضعا وجهه على القبر فاخذ مروان برقبته ثم قال بل تدرى ما تصنع فاقبل عليه
 قال نعم في لم آت الحجر انما جئت رسول الله سمعت رسول الله يقول لا تكبوا على الدين فاو ليه الله ولكل من
 على الدين اذا وليه غيري انتهى اور من نظم من ہی نہ الی حدیث اخراج احمد والطبرانی والنسائی فیہ من ضعف
 النسائی مکرر لقمہ آخر من انتہی متقی نہ کہ بعض قاصدین اس حدیث سے اور حدیث قصہ بلال و قتیبة بن
 حضرت طلحہ سے متنازع کر کے کہتے ہیں کہ بوسہ بنا قبر کا اور چونا واسطے رکھ کر اور اپنے قبر کے ساتھ خصوصاً
 اولیاء اللہ کے ساتھ درست ہے اور یہ متنازعہ اور کا غلط ہے کیونکہ ان حضرات سے یا سوا حالت و جدا اور غیر
 صادر ہو چکی ایسی صورت میں فاعل ان امور کا معنی ہو اس سے جواز ان امور کا حالت اختیار میں نہ
 ثابت ہوتا ہے اور یہ واسطے اور صحابہ سے ایسے امور مروی ہیں ہر ایک حضرت انس و غیرہ سے مروی ہے اور یہ
 حنفیہ شافعیہ مالکیہ و حنبلیہ تصریح کرتے ہیں کہ اس طرح کے امور بدعت و مکروہ ہیں کسی قبر کے ساتھ غلام
 قبر رسول ہو یا قبر ولی ہو یا قبر مدین ہو ہرگز ہرگز نہ چاہیے تفصیل اس کی منظم وغیرہ میں
 ہے اور بیہی فاروقی میں جو قال الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن موسی بن النعمان فی کتابہ مصابیح الاطلام
 الحافظ ابوسعید السمرقانی ذکر فی ما روینا عنہ عن علی بن ابیطالب قال قدم علينا اعرابی بولہ و قنطار
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ایام فری بنفسہ علی قبر رسول اللہ حتی من ترا علی رسول اللہ
 قلت فما توکلہ و عیت من اللہ جانہ و کان فی ما اتزل علیک لو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فما غفروا
 الا تہد قنطارک انفسی حتی تہتک تغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک اتھی اور بیہی فاروقی میں جو قال بیہی
 فی کتابہ جمال الدینیۃ لہ حدثنا ہارون بن موسی قال سمعت جدی علقمہ یسئل کیف کان الناس یسلمون
 علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یدخل البیت فی البیت قال کان یقف الناس علی باب البیت
 یسلمون علیہ کان الباب علیہ غلق حتی یمکث عاتقہ انتہی ان اخبار و حکایات زیارت کرنا
 حضرت ابن عمر کا بہت کثرت اور عموماً اور فاطمہ اور ابوالیوب انصاری و بلال رضی اللہ عنہم کا اور صحابہ
 غناہم کا زمانہ خلفاء راشدین میں اور بعد اس کے ثابت ہے اور اجتماع ان سب اخبار سے اور اخبار دیگر سے

کہ وفاء الوفا وغیرہ میں مبسوط ہیں یہ مظاہر ہوتا ہو کہ زیارت قبر نبوی ماندہ صحابہ وغیرہ خلفائین
 اور زمانہ تابعین میں متداول تھا اور اسکی فضیلت و اہمیت اور حضرات کی اذعان میں متکثر تھی بلکہ
 بعض اخبار کو سنت ہونا زیارت قبر نبوی کہ بقول ابن عمر ثابت ہے اور قطاب ہر ہند و قائلین بالسنۃ کا اسی
 اثر کے ساتھ جو خیال ہے علامہ صدر الدین بن موسیٰ بن کربا خضفکی سند امام عظیمین لکھتے ہیں اب حنیفہ
 عن نافع عن ابن عمر قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلة وتجعل ظہرک الی القبلة
 وتستقبل القبلة یومہا ثم تقول السلام علیک یا ابا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آخری ملا علی قاری مکی سنۃ اللانہ
 فی شرح مسند الامام میں لکھتے ہیں اسی سنۃ الصحابہ میں ہے قبر میں لائے تھے اور یہ افق قاعدہ اصول عیسائی
 لازم ہو کہ اس اثر کا حکم مرفوع کا ہو کیونکہ قول صحابی بالسنۃ نہ نزدیک محدثین کے حکم مرفوع میں ہو حافظ عراقی
 شرح الفیہ میں لکھتے ہیں قول الصحابی بالسنۃ کذا القول علی بالسنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ
 تحت السورہ واداء الجود وادنی روایت ابن دہان وابن العوالی قال ابن الصلاح الاصلح من مسند مرفوع
 الظاہر لا یرید بالاسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایجاب اتباعہ انتہی اور قاضی بدر الدین ابن ابی
 اسیر مختصر میں لکھتے ہیں قول الصحابی امرنا بالکذا او نہینا عنک اذا امر بالکذا او من السنۃ کذا امر مرفوع
 اہل الحدیث واکثر اہل العلم لظہور ان النبی علیہ السلام ہوا امر وانما سنۃ وقال لا یسما علی تقوم من غیر
 والاوال الصحیح سوا قال الصحابی ذلک فی حیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعده انتہی اور حسن ظہور
 شراح مشکوٰۃ ابن خلدون میں تحریر کرتے ہیں قول الصحابی امرنا او نہینا او من السنۃ کذا امر مرفوع عند اہل الحدیث
 واکثر اہل العلم انتہی وکذا فی فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث نسخا و فی فتح الباقی بشرح الفیہ العراقي شیخ
 زکریا الانصاری و قد مرۃ اصول الحدیث لابن الصلاح وغیر ذلک من کتب بالسنۃ کسب بالقضاء و غیر تعد
 کو قول ابن عمر کا علی سنۃ حکم میں مرفوع کے ہوا اور اس سنت کو سنت نبویا یادہ کرنا ضرور ہوا اور سنت
 نبویہ لازم الاتباع و حدیث علیکم سنۃ سنتہ الخلفاء الراشدین پس زیارت قبر نبوی لازم ٹھہری اور
 سہمی نے وفاء الوفا میں بھی اس اثر میں عمر کو حکم مرفوع میں شمار کیا ہے عبارت اسکی یہی ہے فی مسند
 ابی حنیفہ عن ابن عمر قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلة وتجعل ظہرک
 الی القبلة وتستقبل القبلة یومہا ثم تقول السلام علیک یا ابا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آخری حافظ ملاطین
 محمدی مسند عن صالح بن احمد عن عثمان بن سعید بن ابی عبد الرحمن المغربی عن ابی حنیفہ عن نافع عن ابن

مقدّم قرآن قول الضحیٰ بن السنہ کذا محمول علی سنہ صلی اللہ علیہ وسلم فہذا المرفوع تہمت بقی
 اس مقام پر وہ شک کہ مشککہ کے اذہان میں بوقت حائضہ تحریر کے خطوط کر سکتے ہیں بنا علیہ ہر دن
 دونوں کا جواب لکھتے ہیں تاہم کسی مشککہ کو چاہوں چاہی باقی نہ رہتا اور نہایت زیارت بختہ کا اثر ان
 عمر تسلیم کرنا پڑی شک اول یہ ہے کہ رواہ ابن شریک امام ابو حنیفہ کو فی ہن او وہ تصریح واقطنی اور ابن
 حدی اور ابن القطن ضعیف ہیں جواب اس شک کا یہ ہے کہ جرح صحیح امام ابو حنیفہ کی شان میں مقبول نہیں
 اور نقادین حدیث امام کی توثیق کرتے ہیں اور جرح جرحین کو مردود کرتے ہیں بدرالدین قاضی القضاۃ
 محمود العینی باب شریعہ میں کتاب الکراہیۃ میں بعد ذکر حدیث ان بعد حرم مکہ فہم مع رباعیہا نہیں لکھتے
 اما قول ابن الغضائون وعائتہ ضعیف ابی حنیفہ فاسادۃ او ثبوت فہذا ہنہ فان مثل امام الثوری البیہارک
 وانما اجماعہ والفقہ وانما علیہ خیر انما مقدّم ابن حنیفہ عند مولانا النعمانی وقد شیعنا الکلام فیہ فی مناقبہ
 فی تہذیب النکاح انتہی وکتاب ابی حنیفہ میں بعد ذکر حدیث میں کان لا امام عن ائمۃ الامام قراۃ ایسے لکھتے ہیں
 اس میں بھی بن حنین عمرانی حنیفہ فقال لقمۃ ما تحت حدیثہ وہاں حلقہ میں ابن الصدوق و لم یمکن
 وہاں ما ونا علی میں ابی حنیفہ و قاضی الحدیث و ابنی علیہ جاتہ من ائمۃ الکبار مثل ابن المبارک و سفیان
 بن عیینہ والاشعری و سفیان الثوری و عبد الرزاق و حماد بن زید و کعب نقضہ لہ من ہذا جماع الہاد
 علیہ و تصنیف الفاسد میں ابن حنیفہ و ہون حق الضعیف و قدروی فی سندہ احادیث
 سقیمہ و معلولہ و منکرہ و غریبہ بی موضوعہ انتہی اور ابو عبد اللہ ذہبی کاشف میں تحریر کرتے ہیں النعمان
 ثابت بن زوطا الامام ابو حنیفہ فقیہ العراق مولیٰ بنی تیمم اللہ بن ثعلبہ رای انسا رضی اللہ عنہ و مع عطاء الزاد
 ونا نفا و عکرتہ و عن ابی یوسف و محمد و ابو نعیم افردت سیرتہ فی جزئیہ انتہی شک و ظم یہ ہے کہ حل کرنا سنت کا اثر
 عمر میں سنت نبویہ میں ممکن ہے ہوجہ یہ کہ سنت نبویہ عبادت ہے اور نہ فعل ہے جس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 لکھ وسلم سے مواظبت ثابت ہوئی ہو اور زیارت قبر نبوی میں یا مرفقہ و جواب و سکا یہ ہے کہ یہی سنت
 کے اصطلاح فقہاء میں ہیں اور یہ اصطلاح بعد قرن صحابہ کو حادث ہوئی اور ظاہر قول ما فعال صحابہ یہ ہے کہ
 جس فعل پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب یا تنبیہ فرمائی اس پر عمل کی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر
 کوئی مانع نہ ہوتا تو خود آنحضرت اس پر مواظبت فرماتے اور سکا یہی سن نبویہ میں شمار کرتے تھے اور منجملہ
 لوازم الاتباع کو اسکو جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بزرگواریت کی طرف ہمہ پہنچ

فرمانی ہو اور راوی حدیث من ارقری وجبت له شفاعتی وحدیث من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن ارانی
فی حیاتی وحدیث من جانی زائر لا یغفر حاجۃ الا یزیری کے خود ابن عمر بن ابی اسود بن سنان نے بمقتضای انہیں
ترغیبات بلید کے زیارت قبر نبوی پر حکم سنیت کا دیا اور اگر زیادہ تحقیق ابن مسعود کے منظور ہو تو سہاویہ فی
مافی شیعہ التوابع کو دیکھیے کہ انہیں تعریقات سنت موکوہ کی جو فقہاء ہی منقول ہیں مقدوح کیے گئے ہیں اور
بعد تحقیق انہیں یہ حکم دیا کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما بالشیء مثبت للوجوب
علی ما ہو حقیقۃ الامام بنی الخلفاء کتابا او قولا علی منہ او اجما حاد المقتضی فی مرتبہ تدلی علی خلاف کف فان کان
من ہذا الامور کان لیل علی عدم الوجوب ما علی الاستحباب علی الاباحۃ وان لم یکن الا مری لکنہ مثل علی ابی اسود
لنسا کر الزجر علی الراغب عندہ کان ذلک ايضا امارۃ للوجوب التزمی بل الذی یبلغ حد التاکید لم یفہم معہ
ما یدل علی التعمید امارۃ ثبوت سنتہ الموکدۃ ومثلہ التقریر علی فعل والاحتیاط لم یفہم و زیادۃ الرضا عن علی علیہ
وہو الذی سمیاء بالموطنۃ التشریعۃ فند برقی قال علاوہ اسکے صرف مواظبت خلفاء راشدین کا مفید
سنت ہونا خلاف تحقیق یہ بدو و جواب کی کہ اگر فرض کیجیے کہ ایک فعل ایسا ہو کہ وہ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اکہ وسلم نے مواظبت نہیں کی لیکن اسکی غیبت دلائل ہی نہیں دہل لایحالیہ استحب ہو گا اور بعد حضرت کے
خلفاء راشدین نے اسے استحب پر مقتضای حدیث احکام الی اللہ و ما وان قل مواظبت کو اگر خلفاء
کے مواظبت ہی سنت موکوہ ہو جاوے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ آیا استحباب فی یا یا منسوخ ہو جائیگا بر تقدیر
اول اجتماع متنافیین لازم آتا ہو اور بر تقدیر ثانی لازم آئے گا نسخ اور عدوت دلیل شرعی بعد حضرت کے
اور یہ دونوں غیر متصور ہیں توضیح میں لکھا ہے و اما ما نسخ فیہ بالکتاب السنۃ لا القیاس بل ما یاتی فی کتابہ
اور لیوچ میں مسطور ہو و البتہ علی نہ لا ینسخ ولا یشیخ بل لا یكون الا من قبل من لا یتصور عدوۃ بعد النبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام اگر کوئی شبہ کرے کہ عدوت مفروضہ میں نسخ فعل خلفاء راشدین میں ہی ملکہ حدیث علیکم بسنتی
سنۃ الخلفاء راشدین جو موکوہ ہونے سنت خلفاء کی دلیل جو پس جواب و سنائیہ کی کہ اس بنا پر لازم
آتا ہو کہ اجماع کا نسخ ہونا ہی درست ہو کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسوقت تا نسخ اجماع ہو گا بلکہ وہ آیات املو
جو محبت اجماع کی دلیل ہیں بلکہ چاہیے کہ قیاس کا نسخ ہونا ہی درست ہو جاوے و اقول نسخ عبارتہ
تبدیل حکم شرعی ہی جو عدوت اور بدو بدلیل شرعی مترافی پس اگر حکم شرعی موکوہ ہو نسخ اور سکا جائے نہیں
اور اگر عدوت ہو تب اسوقت منتہی کو ارتفاع اس حکم شرعی کا ہو جائیگا اور اس ارتفاع پر اطلاق نسخ

نہ آجیگا ملاخص صاحب رو غرور قاة الاول میں لکھتے ہیں جو ان میں علی خلاف حکم شرعی دلیل شرعی مانع
 و محکم حکم شرعی بلحقیقہ توقیت و لا تا بلایتی اور توقیت حکم کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ توقیت صحیح
 بوقت معین ہو یا میں طور کہ شارع کہدے کہ یہ حکم فلان سال تک ہوگا اس سے مت میں جب سال آجیگا حکم نفع
 ہو جائیگا نہ وجود دلیل شرعی مانع بلکہ بیلوغ وقت مقرر اور مثال اس صورت کہ احکام شرعیہ میں نادر وجوہ
 جو تحقیق شرع منقطع جسمانی میں و اما الاول مثل ان بقول الشارع انکم لکم ان افعلوا کذا الی ستمکذا
 او قال اطلت الشمس الی شرسین و امائے سنۃ قال لقاضی الزیادین ہذا القسم مثال فی النصوبہ
 شرعاً و ذکر فی بعض الجواشی ان مثال قولہ تعالیٰ ترعہ من سیرہم انما قولہ عن کرمہ متعوانی انکم لکنتم ابام
 و لیس یہ بیان ذلک لیس من الاحکام الشرعیہ و کما انما فیما انتہی و لیس یہ صحت یہ کہ حکم شرعی
 منوط بعلت ظاہر و اور توقیت حکم نادر و انتشار فی نفس حکم شرعی نہ ہو تو ہی ہوا اس صورت میں جب
 وہ علت موجود ہوگی حکم ثابت رہے گا اگر جب علت تعلق ہو جائیگی حکم بھی مرتفع ہو جائیگا اور اس کو
 اصل میں ساتھ ساتھ احکام کا نتیجہ برکت ہے اور نہ یہ کہ نہ صرف یہ ہے کہ میں ہوں ہی الی حدیث
 فی ثبوت میں لکھتے ہیں ان ذلت الفرق میں تھا احکام بالانقطاع وجوبہ بالقطاع ہم الموافق
 قیوم شاہ ابی یوسف سید اذان کل شیعہ ابی اس تھا و صلیتہ منوطہ بالنسوخ او غایتہ موجبہ فتمت
 احدیہا منسوخ اول لاخر محرر و اصطلاح قلت لاشبہت فی کون حکم منوطاً بصلوۃ موجبہ و لکن ملک
 قد یكون محیث الیہم الفا حص ان حکم منوط بہا من کلام الشارع فیہم لقاہرہ بقاء ہا فاذا علم انتفاہا
 یحکم بالقطاع حکم فہذا الشرع لاخیر کا لقطاع خضتہ الاظفار بالاقاۃ و انتفاع الکالیف بجامہا بالکو
 و قد یكون حیث لا یفہم من الخطاب لعدم الیہم بالفا حص ح اذا رفو کہ ان شیا انتہی بمصر صحت یہ ہر
 کہ توقیت ایک حکم نہ ہو کہ دوسرے نفس سے سراجہ با دلالہ معذور ہوگی کہ یہ کہ سابق جو بعض سابق سوا بت ہر
 وہ غلغلے وقت تک باقی رہے گا اس سے مت میں جب وہ وقت جو دوسرے نفس جو مضموم ہو آجیگا حکم نفس سابق
 کا ارتفاع مفرق قیت ہو جائیگا مثال اسکی حکم جزیہ کہ احادیث تقیاد کا اہل نہ پر بلا توقیت ثابت
 ہوا اور نص آخر نے اس کو موقت بوقت نزول حضرت عیسیٰ علی نبیاء و علیہ الصلوۃ و السلام کہ کیا جانے
 البوداؤد وغیرہ حدیث نرد ال عیسیٰ میں دایت کرتے ہیں فیما فی الصلیب بتمیل الخضر و یطیع البزیرۃ
 مرقاة المصنوع شرح سنن ابی اڑدین لکھتے ہیں قال النووی منی ضد البزیرۃ مع انما شتر شرع فی ہذہ الشرعیۃ

ان مشر و حیتہا مقیدہ بنزول عیسیٰ علیہ السلام لعل علیہ ذوالخبر لم یس عیسیٰ بنامہ حکم الخیرۃ بل نبیا صلی اللہ علیہ
 و سلم لم یسین انابتہا بقول انتہی ہر گاہ تفصیل نہ ہن نشین ہوگی پس اب ہم شوق ثانی اختیار کر کے کہتے ہیں کہ
 صحابہ خلفاء راشدین ایک نسل تھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علیہ السلام اور پیغمبر طہیت کی جو موافقت کریں
 احتجاج اسکا مرفوع ہو جائیگا اور حکم سنت کا دیا جائیگا اسوجہ کہ موافقت صحابہ سے احتجاج ہی بالادامہ
 کہ نسخ حکم شرعی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے بلکہ اسوجہ کہ حکم احتجاج بعض حدیث علیکم سنی سنتہ خلفاء راشدین کے
 متفقہ وقت موافقت خلفاء تھا اور جو موافقت خلفاء واقع ہو گئی وہ حکم شرعی بالثابت اس حدیث توفیق کے مرفوع ہو گیا
 و لا عا جتہ فیہ اصلا اور اس جماع و قیاس کا ہی پہنچ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ جماع اور قیاس قبیل آدمی
 اس کے اور اس وقت و موبہ و معرفت توفیق حسن نہیں ہو سکتی بخلاف حدیث کے ایک ہیث دوسری
 حدیث کو موقوف ہو سکتی ہو اجمال غن فیہ میں رفع حکم موقت جلیغ وقت انتہاء لازم آتا ہی نہ نسخ حکم شرعی
 بعد وفات نبوی فاللہ لم یسین حال الاحوال پس ملازم قال و ثم یہ کہ غیر نبی کا کوئی فعل یا قول یا تقریر دلیل
 مستقل واسطے حکم شرعی کے نہیں ہو سکتا بلکہ محتاج اس امر کا ہے کہ اس فعل یا قول یا تقریر کے سند کتاب
 و سنت آنحضرت ہی ہو بیان سکایہ ہو کہ صحابہ عموما و خلفاء خصوصا سائل میں یا ہم مناظرہ کرتے ہو
 اور ہر افعہ میں تلاش دلیل شرعی کرتے ہی اور ایک سرے کے قول کو رد کرتے ہی اور اگر اسکی سند ظاہر ہو
 کتاب و سنت میں نہ پاتے ہی تو اسکو بدعت میں داخل کرتے ہی پس اگر قول قبول و تقریر خلفاء یا اہلبیت
 یا دیگر صحابہ دلیل شرعی مستقل جوئی تو امر مذکور کیوں مرفوع میں آتا علو اس کے حدیث من احدث فی امرنا ہذا
 ما لیس منہ نور بخاری و مسلم میں موجود ہر حواشی مشکوٰۃ وغیرہ میں لکھا ہی و لہذا ان میں احدث فی الاسلام
 را یا لکن فیہ من الکتاب و السنۃ سند ظاہر و غنی ملفوظا و مستنبطہ و مود و علیہ اس حدیث ہی صاف ظاہر
 ہوتا ہی کہ احداث ایسے امر کا کہ جسکی سند کتاب و سنت ہی نہ ہو کیونکہ جائز نہیں اہل بیت کو اور نہ خلفاء راشدین
 اور نہ صحابہ کو پس اگر فعل خلفاء راشدین دلیل مستقل جوئی تو چاہیے کہ انکو ایسے احداث فی الدین جائز ہوتا
 اور حال انکہ حدیث ہی شخص کے لیے ناجائز معلوم ہوتا ہی کیونکہ کلمہ میں کا الفاظ عموم ہی ہی اور صحابہ و ائمہ
 مجتہدین ہی ایسے قول منقول ہیں جو اسل پر دلالت کرتے ہیں وہی الہی ہی عن ابن سعویٰ کان یقول
 لا یقلدان رجل یجلانی نہ و کان عمر اذا انقی الناس فعل انہما ہی عمر فان کان ہوا با فمن المسلمان کان
 فمن عمر و علی الہی ہی عن مجاہد و عطاء انہما کان اقولان با من احد الا و ما خود من کلامہ و مود علیہ الارسل اسد

وکان الو حنیفة لبقول النبئی لاحد ان یقول لولا انی اعلم ان شریعة رسول اللہ قبلہ کذا فی البیان للکشاف
 اور غیر نبی کے فعل و قول و تقریر کی حجت متقلد نہ کرنے پر ایک دلیل ہے کہ حاکم شرع میں نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اور
 اس کے حکم کو دریافت کرنا غیر نبی کو متصور نہیں مگر یا اللہام سے یا لای محض سے یا کتاب و سنت یا قیاس سے جو
 مستند ہو کتاب و سنت سے متفقین اولین تو بدیلی بطلان ہیں کیونکہ اللہام غیر نبی اور غیر نبی جو حجت
 شرعی نہیں اور بقدر یا غیر نبی دلیل مستقل نہ ہوئی بلکہ مستند ہوئی طرف کتاب و سنت کے پس اگر قول و فعل
 و تقریر غیر نبی دلیل ٹھہرائی جائے تو نوگوں مگر غیر مستقل پس مع سکا اس وقت میں کتاب و سنت کی میں
 ہوگا اور کتاب و سنت سے جو حکم صراحت یا استنباطا ہو کر لیے ثابت ہوگا ایسی کو اس کا
 مصداق ٹھہرایا جائیگا بعد تمسید اس امر کے جانا چاہیے کہ مواظبت خلفاء فعل غیر نبی ہے
 اور کوئی فعل غیر نبی دلیل مستقل نہیں ہو سکتا اور دلیل غیر مستقل افادہ حکم میں تابع دلیل تسل
 کے ہوتی جو پس حکم کا افادہ دلیل مستقل متبوع کرے گی وہی حکم دلیل غیر مستقل سے ہی ثابت
 ہوگا پس اگر دلیل متبوع افادہ وجوب کرے گی دلیل تابع ہی افادہ وجوب کرے گی اور اگر وہ افادہ سنت
 کرے گی تو یہی افادہ سنت کرے گی اور اگر وہ افادہ استحباب کرے گی تو یہی افادہ استحباب
 کرے گی نہ کہ خواہ خواہ افادہ سنت مذکور کرے اور قطع نظر متبوع سے کسی حکم کا افادہ نہیں کر سکتی اقوال
 اس کلام میں چند طرح سے خدشات ہیں اول یہ کہ دلیل مستقل سے کہ جس کو مولف منحصر کتاب و سنت میں
 ٹھہرائے ہیں اور اقوال و افعال صحابہ کو اس سے خارج سمجھتے ہیں معلوم نہیں کہ کیا مراد لیا ہے اگر راویہ سے کہ دلیل
 مستقل وہ دلیل ہے کہ جو غیر کی طرف محتاج نہ ہو اور فی ذاتہ مثبت احکام ہو تو اس میں ہی سنت نبویہ ہی
 دلیل مستقل نہیں بلکہ فراء و سکا نقط کتاب و سنت سے اس واسطے کہ سنت نبویہ ہی محتاج طرف کتاب و سنت سے
 کیونکہ اگر کتاب و سنت میں حکم اشتال از نبوی کا نہ ہوتا کیونکہ قول نبی یا فعل مثبت احکام ہوتا کہ کتاب و سنت
 اس سے مطلقا اور باقی سب فروغ ہیں اور کتاب و سنت تعالیٰ کی طرف محتاج ہیں عبد العزیز بخاری رحمہ اللہ
 شرح مولد بن زوی میں لکھتے ہیں قدم المصنف للکتاب فی الشرح اہل مطلق من کل وجہ و کل اعتبار
 و عقبہ بالنسب لان کو نہا حجت ثابت بالکتاب آخر الاجماع حینما لتوقف موجب علیہا انتہی اور علامہ
 قاسم غفری شرح مختصر میں لکھتے ہیں قدم الکتب نہ اصل من کل وجہ و آخر السنۃ من الکتب و کتب
 حجیتہا علیہا و آخر اجماع الامۃ عنہا التوقف حجیتہ علیہا و آخر القیاس لانہ فرع بالنسب انی الادلۃ انتہی اور

ملاخبر حواشی تلویح میں تحریر کرتے ہیں قال الامامی الاول انہما الکتاب نہ راجع الی قول الامام الشریع کلام
 والسنۃ مخبر عن قول الامام وکذا الاجماع راجع الیہما والقیاس الاستدلال برفع تابع لیا انتہی
 وکذا فی شرح المنار لابن ملک والتحقیق وغیر ذلک اور سرس میں یہ کہ حکم نزدیک اہل سنت کو
 ہو مگر بعد بل شانہ اور کوئی بشر خواہ نبی یا غیر نبی طاقت شرع حکام بغیر حکم حق کے نہیں کہ کتاب پس کلام الہی
 ثبت احکام حقیقہ والذات ہوگا اور کلام بشر خواہ نبی ہو یا مجتہد مثبت فی نفسہ نہیں ہو سکتا بل کا کشف
 حکم الہی سے ہوگا پس سنت اور قیاس یہ بل غیر مستقل ہوئی اور دلیل مستقل بالمعنی المنذور
 فی فرد واحد ہوئی اور اگر مراد دلیل مستقل سے وہ دلیل ہے جو اثبات احکام میں اور استدلال میں تداویس و محتاج
 طرف غیر کے نہ ہو یا وہ دلیل حسین اصل قطعیت ہو اگرچہ بسبب کسی عارض کے کہ نبی ہو گئی ہو تو یہ نبی کتاب سنت
 و اجماع پر صادق آتی ہیں کیونکہ ہر ایک ان میں سے مستقل ہے بل خارج ہر خلاف قیاس کے پس اس تقدیر پر اجماع
 صحابہ قبولی ہو یا عملی یا تقریری ہی کہ قول فعل و تقریر غیر نبی ہو یا نبی تسلیم نہیں بلکہ اجماع مطلق مجتہدین ایک
 صحابہ ہوں یا غیر صحابہ ہی داخل ہوئے اور جسے کہنا موافق کا نہیں مستقل کہ کتاب سنت میں اور مزاج کرنا
 فعل و قول و تقریر غیر نبی کو مطلقا غلط ہو تحقیق شرع مسامحین اور کشف الاسرار میں ہے لکن اثباتہ مع تقارر
 درجہ اجماع موجبہ لاحکام قلعاً ولا یتوقف فی اثبات الاحکام علی ثبوت علی القیاس الی نبی توقف
 فی اثبات احکام علی القیاس انتہی اور تلویح میں یہ قول الثلث الاول اصول مطلقہ لکہ بنا اولہ مستقلہ مثبتہ لک
 والقیاس اصل میں وجہ استناد احکام الیہ و نہ لکونہ فرعاً للثلاثۃ لا بقاء علی علۃ مستنبطہ معنی ارد الکتاب
 والسنۃ والاجماع فاحکم بالتحقیق مسئلہ الیہا و اثر القیاس فی انہما احکام و غیرہ صفحہ ۱۱۱ خصوص الی العموم میں ہوتا
 یقال لاصول ثلاثہ الاول الرابع القیاس مستنبط من ہذا الثلاثۃ انتہی اور شرح المنار لابن الملک میں یہ ان
 القیاس ان کان اصلاً فلم یقل علم ان اصول الشرع اربعہ وان لم یکن اصلاً فلم یقال الاول الرابع القیاس
 قلت للاشارة الی الخطا ترکہ لہ لان القیاس من الالباب الی حکمہ فرع بالنسبۃ الی الثلاثۃ اولانہ لیس یقطع
 بخلاف الثلث فان قلت الایۃ المأثورہ والعلم الخاص والاجماع المنقول الیہا بالاحاد لم یقطع فی القیاس لاجتہاد
 منصوبۃ قطعی قلت الاول فی الثلث الاول القطع وعدۃ المعارض امر القیاس بالعکس انتہی لم یضاد و سر
 خدشہ یہ کہ صحابہ کے باہم منظرہ کرنے سے او سائل کو طرف کتاب سنت کو راجع کرنے سے یہ نہیں لازم کہ غیر صحابہ
 کے واسطے انحصار دلیل کا دو فروق میں ہو جاوے تو توضیح اسکی یہ کہ دلیل حکم عبارت اس میں ہے جو مثبت حکم ہو

الا عند الضرورة الشديدة وذلك اننا ننتظر اولاً في دليل تلك سلسلة الكتب البسطة او اقصية الصحابة
 فان لم نجد دليلاً فسناد في روايته اخرى عن الامام انا نأخذ اولاً بالكتاب ثم بالنسبة ثم باقصية الصحابة و
 في روايته اخرى انا العمل اولاً بالكتاب بعد ثم بالنسبة رسول الله ثم باحد ابني بكر وعمر عثمان وعلي في روايته
 اخرى انه كان يقول جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم العيين يابي هو دامي كوس لنا مخالفة وما جاء عن
 اصحابه بخيرنا وما جاء عن غيرهم فم جال نحن جال وكان ابو مطيع البجلي يقول كنت يوماً عند الامام ابي مخنف
 في جامع الكوفة فدخل عليه سيف بن الثوري ومقاتل بن حيان وحامد بن سكتة وجعفر الصادق وغيرهم
 من الفقهاء فكلهم قالوا قد بلغنا انك تكثر من القياس في الدين وانا نخاف عليك منه فان اهل
 من قاسن لم يسمعوا منهم الا ما هم من كبرته هذا المجتهد الى الزوال عرض عليهم فمخنف قال اني اقدم العمل بالكتاب
 ثم بالنسبة ثم باقصية الصحابة ثم بما القوا عليه على اختلافوا فيه وحينئذ اقيس فقاموا كلهم وقبلوا
 رايته ويده وقالوا انت سيد العلماء فاعف عنا في بعض عنا من فتيتنا فيك بغير علم فقال غفر الله
 لنا ولكم ثم هين انتهى فلهذا ما اوردنا اصول النبي تصانيف بين ايك باب اسطى احتياج كسائته ما احتجاجة
 معقود كراي بين اول وهين اقول افعال فتقريرت صحابكورا ج طرف سنت اور قيا لم اجماع كركر
 قابل احتياج شهرة بين منار الاصول من بقليل الصحابة وجب لاحتمال السماع من النبي عليه السلام
 وقال الكرخي لا يجب تعليل ذلك في ما لا يدرك بالقياس وقال الشافعي لا يقلد احد منهم وقد اتفق عمل اصحابنا
 بالتقليد في ما لا يعقل بالقياس كما في اقل الحيز وشرا ما باع باقل مما باع قبل فقد اتفق اختلاف علم في غيره
 الاختلاف في كل ما ثبت عنهم من غير خلاف ومن غير ان ميثت ان ذلك بلغ غير قابل فسكت مسلماً والا كما
 اجماع انتهى او شرح مسلم بن الحجاج في قوله صلى الله عليه وسلم من قال ابو بكر الرازي والبرقي واليزيدي والسيرفي
 وصدر الاسلام انما له يلزمناهم ما لك الشافعي في القديم واحسن رواية قول الصحابي المجتهد في ما بين
 فيه الرازي في حكمه بين اشابة بالقياس لم يمت بالنسبة فيقدم على القياس فيكون حجة على غيره لكن المشد
 من الصحابة بل من بعدهم من التابعين ومعم وفي اي لحوق قول الصحابي بالنسبة الشافعي في قوله الى يد
 والكرخي من المنفعة وجماعة منهم القاضي ابو زيد ولكن الشافعي نفاه مطلقاً سواء كان في ما يدرك
 بالقياس ام لا فيل انما لم يمت بالنسبة قول ابني بكر وعمر فقط وقول الصحابي في ما لا يدرك بالراي فعين
 اصحابنا لم يمت بالنسبة اتفاقاً يجب تباريه قال الشافعي في الجديد على محكاة اسلمى عن الده لذي

انتہی مخصوص و گندانی شرحی البرزوی لا الہ الا اللہ الفوری و عبد الغفر الخاری شرح المنار و التوضیح
 و حاشیہ وغیرہ اگر گاہ تفصیل و تحقیق ذہن نشین ہو گئی پس اب سمجھنا چاہیے کہ چونکہ صحابہ کرام
 دلیل مستقل تھی مگر کتاب سنت اس واسطے وہ لوگ سند ان دو ذون ہی تلاش کرتے تھے بعد تلاش کے
 اگر سند نہ ملتی تو اجتہاد و فطرت تھے اور جو لوگ کہ بعد صحابہ کے ہیں ان کو واسطہ چند دلیلین مثبت احکام
 ہیں کتاب سنت و اجماع و قیاس آثار صحابہ اور یہ سب سو قیاس کے دلیلین مستقل ہیں پس ان کو کون کا
 منصب یہ ہو گا والا دلیل مسئلہ کتاب ہی تلاش کریں اگر نہ ملے تو سنت ہی اگر نہ ملے تو آثار و اقوال صحابہ
 سے کہ یہ بھی اجماع طرف سنت کے ہیں خصوصاً فی مالایدرک بالرای میں اگر نہ ملے تو اجماع ہی اگر نہ ملے تو قیاس
 پس آثار و اقوال و افعال صحابہ کے جمیع ہی انکار کرنا جیسا کہ مولف ہی صادر ہو اختلاف معقول متقول
 تفسیر آخر شدہ یہ کہ کہ انصار و ریافت کرنے غیر نبی کا حکم کو الہام اور اس کا محض اور کتاب و سنت و ماورائے
 میں باطل ہو گیا کیونکہ منجملہ و ریافت کرنے کی جماعت ہو کہ وہ بھی دلیل قطعی مستقل ہو اور منجملہ اس کو یہ نسبت ہو
 متاخرہ کے آثار صحابہ ہیں کہ وہ بھی کاشف عن السنۃ النبویہ ہیں اگر کہیے کہ جب آثار صحابہ کاشف عن
 قول النبی او فعلہ و تقریرہ ٹھہرے تو پھر دلیل مستقل کہاں باقی ہی تو ہم کہیں گے کہ نسبت ہمارا آثار صحابہ
 ہی دلیل مستقل ہیں یا نہیں کہ جب بھی مسئلہ میں ہم حدیث مرفوع بعد تلاش کے نہ پاویں اور اقوال
 صحابہ یا افعال او میں موجود ہو مگر تو ہم ان میں آثار ہی ستاد کریں گے خواہ سند ان آثار کو ہم کتاب
 یا سنت ہی پاویں یا نہ پاویں کیونکہ آثار صحابہ کاشف عن آثار الرسول ہیں پس ان کو ساتھ استناد کرنا
 بعینہ استناد ساتھ سنت کرنا اور یہ کہاں نہیں کر سکتے کہ صحابہ بغیر سند اس کے قائل یا تکلم ہو کر
 اگر مگر وہ کاشف ہونا آثار صحابہ کا مضر استقلال ہی تو سنت نبویہ ہی دلیل مستقل نہ ہے گی کیونکہ وہ بھی کاشف
 عن الحکم الالہی ہی بلکہ قرآن متلو ہی دلیل مستقل نہ ٹھہر گا کیونکہ وہ بھی کاشف عن الکلام النفسی ہی نہ تھا
 خدشہ یہ کہ دلیل تابع کو یہ لازم نہیں کہ افادہ حکم مثل حکم متبوع کرے بلکہ جیسے اجماع تابع ہی سند کے
 کہ مستنبط ہو کتاب یا سنت ہی اور کہی سند اجماع مستفاد خبر واحد ہو ہی ہو اور مضیطن ہو اگر نہ ہو
 اور اجماع موافق اوں سند کے مفید قطع ہوتی ہی کہا ہو مصرح فی کتب الاصول اس طرح جائز ہو کہ طبیعت
 صحابہ کہ تابع کسی سند کے مفید نیست ہو اور یہ سند مفید تعجب ہی چنانچہ ان خدشہ یہ کہ اگر
 بنیۃ حکم تابع کے واسطے حکم متبوع کو حدیث تکمیل کے لیے ایجاد ہو تو کہہ دین کہ یہ اس وقت ہے

اقول في بحث من جوه الاماؤ لا فلا نالنا سلم انه على تقدير حمل على المعنى المجازي يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز
 لم لا يجوز ان يكون من قبيل عموم المجاز اقول قد رد صاحب التحفة المحل على المعنى المجازي اولا بانها
 ياماه الغم السليم وهذا شامل لعموم المجاز فانه ايضا معنى مجازي وهو بعيد عن الغم المستقيم وثانيا بان يلزم
 التجمع بين الحقيقة والمجاز وهذا خاص بما اذا اريد الحقيقة والمجاز كل منهما على حدة في وقت واحد ولا
 يجرى في عموم المجاز ولم يدع صاحب التحفة ان الجمع بين الحقيقة والمجاز يلزم على جميع تقادير المجاز حتى
 يرد ما اوردتم قال اما ثانيا فلانا نختار انه محمول على الندب لمقابل الوجوب والضرورة وقوله لزم
 ان يكون السنة النبوية ايضا مندوبة قلت لا ضير في كون السنة الموكدة النبوية مندوبة بالمعنى التقابل
 لوجوب اذ هو بهذا المعنى يشمل السنة الموكدة ايضا في التلويح ما ياتي بالكلف ان تساوى ترك فعله فهو
 المباح والا فان كان فعله اولى بالمنع عن الترك واجب بدونه مندوب وقال لعينه المراد بالندوب
 ما يشمل السنة والنفل اقول كلمة عليكم واسأله في كلام العرب هو منوع بمعنى للزوم وعليه جرى كلام المتقدمين
 وغيرهم فقال عبد الغني النابلسي في الحديث في شرح حديث فعليكم بسنتي اي الزموا يقال عليك اي
 اي الزمة انتهى وقال علي الغزيري في السراج النبوي شرح الجامع الصغير في شرح حديث عليك السمع الطاعة في
 عسرك يسرك الحديث هو اسم فعل بمعنى الزم انتهى وقال في شرح حديث عليك الصوم فانه لآل اى الزمة
 في شرح حديث عليك بالسجود والحدِيث اى الزم اشارة الصلوة وقال في شرح حديث عليك تقوى الله التنكير
 على كل شرف اى الزم فعل الامر والكلف ثمانية عنه وقال في شرح حديث عليك حسن الخلق اى الزمة فان
 خلقا حسنهم وينا وقال في شرح حديث عليك كعتي الفجر فان فيها فضيلة اى الزم فعلمنا وقال في شرح حديثك
 بكثرة السجود اى الزم الاكثر من صلوة النافلة وقال في شرح حديثك بالصلاة لاول اى الزم الصلوة
 وانما تقر هذا فاعلم ان محل عليكم في الحديث التذات في على للزوم متعين لا يصار الى الندب لانه نهي
 مجازي والمجاز لا يصار اليه الا عند عدم صحة المعنى الحقيقي لما في حاشي التلويح مما خسر المجاز
 لا بد لمن قرئ من معنى المعنى الحقيقي وتبرج المجازي انتهى في التلويح ان الحقيقة اذا كانت مجوزة فالعمل بالمجاز
 الثاني والا فان لم يصر المجاز متعاضدا فاعلم ان الحقيقة اتفاقا وان صار متعارفا فاعنده العبرة بالحقيقة
 ان لا اصل لا يترك الا الضرورة انتهى في تحقيق انه انما وضع اللفظ ليعلم به في الدلالة عليه
 فصا كانه قال لا يستعمل في كلامه بهذا اللفظ فاعلموا اني معنيته به بالمعنى من كلامه بلفظ وجب ان يكون

ذلك المعنى فوجب جملة عند الاطلاق على حقيقة كيف وقد تجدد بالضرورة مبادرة الله من الى فهم الحقيقة
 اقوى من مبادرتي الى فهم المجاز انتهى فان قلت للمانع عن ايراد المعنى الحقيقي هنا هو ان سنة الصحابة
 ليست بالمأثرة ولو لم يكن على اللزوم لزوم ذلك قلت هذا غير المتنازع فيه فانه لم يدل على
 عدم لزوم سنة الصحابة وبذلك النص قد دل على ذلك معناه الحقيقي ولا قرينة له في ذلك فاني ضرورة داعية
 ان عمارة على التدرج المتعادل للزوم الذي هو متوحد مجازي وتوجز حمل اللفاظ على المعاني المجازية بغیر قرينة مانعة
 عن ارادة المعاني الحقيقية نفسها انتظام الشرح او كل ما ورد فيه من الامور والنواهي يسري فيه احتمال المجاز
قال رانما قلت فلانا نقول معارضة ان كلمة عليكم لا يخلوا ما ان يكون محمولا على اللزوم والوجوب
 اما ان يكون محمولا على الندب اما ان يكون محمولا على كليهما لا يسل الى الاول الا ان لم تكن السنة
 النبوية ومنه اخلافا راجية لا يسل الى الثالث ايضا للزوم المجمع بين الحقيقة والمجاز فمتعين الاوسط
 خير الامور واسطها اقول هذا منوع عام من ان الندب معنى مجازي والمجاز لا يحمل عليه اللفظ الا عند
 الحقيقة والندب غير معنى هذا الحقيقة هو اللزوم فلو لم يحمل عليه لا يقال يلزم منه كون سنة الصحابة ذات
 ولا تأتلق فلانا نقول للزوم عبارة عن كون الفعل بحيث يوافقه على تركه وهو شامل للمفروض الواجب بذاته
 الموكدة فان تارك كل منها سوا عند انا ما ارك الاولين فبالعقاب انا تارك الثالث فبالملامة والعقاب
 كما صرح به في البرازية وغاية البيان والعناية وجامع الرموز لتحقيق والتبيين مرقاة الاصول وغير ذلك
 وقد قلعت عبارة اتم في تحفة الاخيار وما ثبت بالدلائل الاخر عدم فضيلة سنة الصحابة وعدم جوبها ل
 عدم اتم من سنة النبي عليه السلام عدم جوبها لبقى للزوم فيها معنى انه يعاقب تاركها وهو معنى السنة الموكدة
 ومن ظن ان اللزوم عين الوجوب فاداره اللزوم تستلزم اقتراض السنن او وجوبها فقد خالف العقول
 والمنقول **قال** لما راجعنا فلان لو كان عرض النبي عليه الصلوة والسلام من هذا الكلام لزوم سنة الخلفاء
 لما كان تخصيص الشيعين بالذكر في حديث اقتداء بالذين من بعدى الى بكر وعمر وجه معتد به فلان هذا الامر
 جازي في جميع الخلفاء الراشدين اقول تخصيصها بالذكر في هذا الحديث وان كان اقتداء جميع الخلفاء لازما
 تخصيصها على انما دل من يقتدى ببعيد النبي صلى الله عليه وآله وسلم وان الخليفة بعده ابو بكر ثم عمر
قال رانما قلنا فلان قوله والا فان المصلوة سنة موكدة باتفاق من بين من العلماء غلط فانه
 عند الامام في فرض كفاية ولا شك في كونه من المدين يعتد بهم اقول هذا غير محل بالمقصود فان

قالوا بكونه مستتر مع عدم المواظبة الفعلية فيه الاتفاق قد يطلق على قول الأكثر كما ذكره العيني في
 شرح الهداية قال وأما سادس فلان القول بتقسيم مواظبة الخلفاء إلى المواظبة الفعلية والمواظبة
 التشريعية قياسا على تقسيم المواظبة النبوية اليها إنما يصح لو كان التمسك في تقسيم المواظبة النبوية
 حديث عليكم بسنتي وسنة الخلفاء فيقال إن لفظ السنة كما وقع بالنسبة إلى النبي وعلم ذلك
 بالنسبة إلى الخلفاء فليعلم وهو ممنوع لجواز أن يكون المواظبة التشريعية عند قلما ثابتة بسبل آخر كقول
 تعالى ما أتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوه ونحوه ودلالة حديث عليكم على أن كلاما من هذه
 الأنواع الأربعة موجب لثبوتها ثم تركها غير مسلمة لم لا يجوز أن يكون كلمة عليكم محمولة على الذنب كما في
 آنفا أقول لا يجوز حما على الذنب كما عرفت سابقا والتقسيم المذكور غير موقوف على كون التمسك في
 تقسيم المواظبة النبوية بهذا الحديث بل الغرض من السنة النبوية ما كانت منقسمة إلى قسمين سواء كان هذا
 الحديث أو غير ذلك قد وردت مساواة السنة النبوية وسنة الخلفاء في هذا الحديث فلا بد أن تقسم
 الخلفاء أيضا إلى قسمين لما كان لفظ عليكم محمولا على اللزوم لعدم صارت يصرّف دل الحديث المذكور
 أكثر من القسمين باقيا ما قال في سادس فلان سنة النبي وسنة الخلفاء مندرجة تحت لفظ عليكم في
 بينهما مع كونها من نوعين بل يلفظ عليكم إلى مجوز عندك أم لا على الثاني لا يصح قولك إن كان ثمة دون ثم
 تارك السنة النبوية وعلى الأول لم لا يجوز التفريق بينهما بأن يكون السنة النبوية مؤكدة وسنة الخلفاء حجة
 أقول هذه التفريق غير جائز كما غير مرة أن المحل على عموم الجواز من غير ضرورة غير جائز بل وجب أن يحل
 عليكم على اللزوم ويكون كل من استثنى من خلافته وكون أحدهما دون من الآخر في اللزوم لا يقدح في شيء
 لأنها مشتركة في اللزوم بهذا الحديث مخي أنه لو أخذت تاركها ما تكون ثم تارك أحدهما أقل من ثم تارك
 الآخر فآخر مثبت بالدلائل المأخوذة لا يضر ذلك في اشتراكهما في نفس اللزوم قال وأما ثامن فلأنه لو
 سلم دلالة حديث عليكم بسنتي وحديث أئمة وباللذين من بعدى على اللزوم فلا تثبت منه السنة
 المؤكدة بل الثابت أنما هو الوجوب كما صرح به العيني في حديث أئمة حيث قال فإذا كان لا يقدح
 بما أسووا به يكون إيجابا وتاركها واجب تحقيق العقاب والتفصيل إن حديث عليكم بسنتي وحديث أئمة
 لا يميل على كون سنة الخلفاء بيمين سنة مؤكدة أصلا لأن لفظ عليكم ما إن يكون محمولا على الوجوب
 وإنما إن يكون محمولا على الذنب ما إن يكون محمولا على كليهما ولأنه على تقدير عمل كونه سنة مؤكدة إنما

على الاول فلان فيه احتمالين الاول ان يراد به وجوب اخذ السنة فحسب الوجوب السنة الماخوذة بها والثاني ان
 يراد به وجوب السنة الماخوذة بها على الاول متبى السنة الماخوذة اعم من ان يكون فرضا او واجبة او سنة
 مؤكدة او غير مؤكدة فلا يثبت كونها سنة مؤكدة وعلى الثاني يلزم وجوب السنة لا كونها سنة مؤكدة واما
 على الثاني فلان المندوب يشمل السنة المؤكدة وغيرها واما على الشق الثالث فعدم ثبوت السنة المؤكدة ظاهرا
 اقول عليكم موضوع في اللغة للزوم وهو اعم من الوجوب كما مر لانه عين الوجوب المصطلح فان هذا الوجوب
 المصطلح قد صدق بعد استقرار اللغة بانه كثير بل بعد زمان النبي عليه الصلوة والسلام ايضا ومن ثم تعقب
 من استدل بحديث غسل الجمعة وجب على كل مسلم على وجوب غسل الجمعة بان الوجوب المصطلح لم يكن في الزمن
 النبوي بل حدث بعده فلا يمكن ان يراد ذلك في كلامه فاذا نكل عليكم على اللزوم بمعنى ان يواند
 تاركه واما السنة فيعمل على ثبوت ان السن النبوية ليست بلازمة لزوم الوجوب فضلا عن الخلفاء
 وهذا الظاهر في التفصيل المذكور فانه قد ذكر شقوا باطله واعرض عن كرا التقدير الصحيح وهو مطلق اللزوم
 قال ليعلم ان حمل لفظ عليكم على الوجوب قرب الى العصب لانه معنى حقيقي واما ان المعنى الحقيقي لا يصار
 الى المعنى المجازي ومقابلته اياكم ومحدثات الامم ايضا فيقتضي حمل عليكم على المعنى الحقيقي وكيف واما كم محمول
 على المعنى الحقيقي عنى التحريم الذي يشعر عنه قوله عليه السلام وكل ضلالة في النار وقوله عليه السلام تسكوا
 بها وعضوا عليها بالنواجذ ايضا بوي المعنى الحقيقي لكن يحيل ان يراد به وجوب الاخذ لا وجوب الماخوذة
 به فان كان السنة على الطريقة فرضا فلاخذ على وجه الفرعية وان واجبة فعلى سبيل الوجوب ان السنة مؤكدة
 فعلى طريق السنة وان تجبا فعلى طريق الاحتجاب حتى لا يلزم كون السنة واجبة ولا يلزم من جملة على الوجوب
 كونها سنة مؤكدة كما عرفت اقول كون الوجوب المصطلح معنى عليكم الحقيقي ممنوع كما مر غير مرة بل معناه
 مطلق للزوم واما ان المعنى الحقيقي لا يصار الى المجازي ومقابلته اياكم الابل على التحريم لا يدل على حمل عليكم
 على الوجوب المصطلح كما لا يخفى على من تدبر قال واما ما ساعد فلان لفظ شتى سنة الخلفاء اعم من
 ان يكون سنة مؤكدة او غير مؤكدة بل هو حمل على اللزوم يلزم ان تكون السنة الغير المؤكدة ايضا مؤكدة اقول
 قد خصصت الغير المؤكدة من السنة بدلائل اخذت على ان ان قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم النبي لها
 احيانا غير لازم اخذها وليس هذا تخصيصا بغير مخصص بل مخصص قال واما ما ساعد فلان لا يمكن ان يكون
 المراد سنة الخلفاء السنة النبوية لا غير فالعنه الزموا الطريقة التي انا عليها دخلت في هذه الطريقة وحق

کما يشعر عليه قوله عليه السلام ما انا عليه واصحابي فان الاصل في العطف المغايرة كما
 ذكر في المختصرات فلا يصح رالي غيره بلا ضرورة **اقول** ما في ضرورة وعتكم
 الى ابداع الاحتمال واما امر اضطرركم الى هذا لا اعتلال اثبت عندكم من دليل آخر مد من روم منكم
 ام من ايجور ايكم وقد حدث في زماننا من ابداع الاحتمالات في الآيات القرآنية والا حاديث النبوية فانكم
 الضروريات الدينية والواجبات العينية فيا لمدن فتنه الاحتمال لمي فتنه عيا وثمار اعاذنا منها
 ومن مثالها قال اور قول بالوجوب كايه حال كونه قول به قول تو مجتهدين في الشرع سي ما نذا لئله ارجو
 منقول بر اور مجتهدين في المذهب كايه بلو يوسف ومحمد وغيرهما اور مجتهدين في المسائل كايه
 خضاف وطحاوي وكرخي شمس الائمة حلواني وشيرمي بزدوي وقاضي خان وغيرهم اور اصحاب
 تخرنج سي جيسه مازي اور نذ اصحاب ترجيح سي جيسه ابو الحسن قدوري وصاحب ايه اور نذ اصحاب
 جيسه صاحب كنز وصاحب مختار وصاحب قايه اگر منقول بر تو انمين فقهاء سي جوب طبقه سابعه من رجال
 كه غث اور رقيق ورياليس مين فرق مين كر سكتن وراشر فالمين بالوجوب كاستدلال حد
 من حج ولم يرد في نقد جفاني سم بر اور بر حديث قطع نظر اس كك اكثر محدثين سكو موضوع اور بعض
 محدثين ضعيف ككتن مين وجوب بر لالت مين كرتن كيونك لفظ جفا تو حديث مين بد اجابن مي كك

او سكي نسبت مجمع البحار مين مرقوم بر اي من خرج الى العبادة او سكن فيها غلط طبقه لقله مخالطة الناس
 انتهى پس اگر يه لفظ وجوب بر نفس هو تو چا يه كك شهكار سنا بي جب هو حا واد ياديه كار بها حرام
 اور حال آنكه سكا كوني فالن مين **اقول** يه كلام مخدوش بر سانه چند وجوه ك اول يه ك سابقا
 آي ك جذب العلوب بر نقل كيا بر ك امام ابو حنيفه قائل قر ك وجوب ك مين اور آب خود قول محقق مين تسليم
 كر چك ك قر ك وجوب ورو وجوب دون متقارب مين پس انكار كرنا سكا ك يه قول كسي مجتهد بر منقول مين
 چشم پوشي بر دو شيرمي يه ك قول وجوب كويك طائفه فقهاء بر ك من مديم وتمد اليم تو نقل كيا او
 بعضون ك ل بطور خود بغير نقل خبر كيا جيسا ك عبار مين او كمي كلام بر مين مرقوم مين من جمله او كمي شبه ملالي
 مين جبر او كمي شان مين خلاصه الاثر في اعيان القرن الحادي عشر مين ككتن مين الشيخ العمدة حسن الشيرازي
 مصباح الازهر و كك النير لوراه صاحب سراج الملوك فتنس مين لوره او صاحب الطيوت لا تنفي عند طبقه
 او ابن الحسن كك الشفاء عليه صاحب التخريرات والرسائل التي فاقت دكان حسن الفقهاء في زياده ما سكتن

البروجہ اذا قولت بجهنمها حدث في زمن معاوية وحدث من الفقهاء الراشدین سنة بلا شك لا ينفذ
 بها وانما بما بالنظر لقاطع انتهى اور قول منب جو آپ نے اختیار کیا اسکو قول مفتوح میں فتاویٰ عالمگیری
 اور رد المحتار اور رد المحتار میں نقل کیا اور مصنفین انکو نہ محمد بن سیرین اور نہ اصحاب ترمذی اور نہ اصحاب
 تخریج سے اور نہ اصحاب متون سے بلکہ فتاویٰ عالمگیری کے جامعین کا حال مجہول ہے اور رد المحتار کو
 کو عروہ قلیل ہوا کا وہ منہ انتقال کیا اور حال انہیں معلوم کہ کیسے تھے اور رد مختار کے نسبت اہل
 بعلی شرح شاہ بین لکھتے ہیں قال غینا صالح لا يجوز الافتاء من الكتب المختصرة كالنهر وشرح الكتر عنی
 والد الفتاویٰ ولعدم الاطلاع علی حال مصنفیہا اکثر شرح لکتر ولا سکین شرح النقایة للفتاویٰ فی نقل الاقوال
 الضعيفة فیہا قال القنیة للزاد ہی فلا يجوز الافتاء منه الا اذا علم النقل عنه اخذ منه كذا سمعته منه وهو
 علامہ فی الفقہ مشہور امتی اگر کوئی شہدہ کرے کہ عالمگیری غیر میں قول منب کو بلفظ قال مشائخنا
 ذکر کیا ہے اس معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول قدما و حنفیہ کا ہے تو جواب سکا ہے کہ مشائخنا کی تعبیر کسی
 میں نہیں ہے کہ اس سے کون مراد ہیں اور بغیر تعبیر کے کیونکہ یہ قول منسوب قدما و موسکتا ہے
 خلاصہ یہ کہ قول وجوب ہی کتب معتبرہ میں مرقوم ہے پس اگر کسی نے موافق اسکو بوالضمام حدیث جفائی
 کے فتویٰ دیا تو کیا نقصان دافع ہوا میسر ہے یہ کہ حدیث جفائی کو اکثر محدثین کا موضوع کہنا
 کہان ہی ثابت ہوا قول مفتوح میں آپ نے صفائی اور نہ کرشی اور بن جوز علی و زہبی و ابن عساکر
 حکم وضع کا نقل کیا اور کلام میں یہی امر مفتوح کر دیا گیا کہ صفائی اور بن جوزی مباغنین فی حکم الوضع سے
 ہیں اور انکا اعتبار نہیں اور ابن حجر نے لکھ دیا کہ زہبی نے حکم وضع کا بتبعیت ابن جوزی کو دیا باقی ہی
 زہبی اور ابن عساکر و پس بعد ثابت ہوا اس امر کے کہ ان دونوں نے بتبعیت مباغنین حکم نہیں دیا
 بلکہ خود رواۃ کی نفی میں کہ حکم دیا ان کو حکم سے اکثر کا حکم کہان ہی لازم آیا اور اس حدیث کو مدفع
 کا حال غریب بضع ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ چوتھی یہ کہ معنی خفا لغت میں چند معدود ہیں جنابہ قاسم
 میں ہے جفا جفاؤ و جفانی لم یلزم کمانہ و اجتنبوا لارنہ عن کمانہ و جفا علیہ کذا نقل البخاری فی فضائل
 و لقیصر جفاہ جفا و جفا و جفا علی الخلق و الخلق کثر غلبہ انتہی اور جرزی نہایت غریب الحدیث میں تحریر
 کرتے ہیں فی الحدیث اذا سجدت فحاجب و من الجفا العبد عن الشيء يقال جفاه اذا بعد عنه و جفاہ
 العبد و الجفا ايضا ترك العبد و البر و منه الحدیث البذر من الجفا بالذال المعجمة نحو ش من القول و فی الحدیث

الآخر من راجع بالادل السطی ہی میں ہیں فی الجہاد فی غلط طبعہ تعاد فی الخاطیۃ الناس الجہاد غلط الطبع و منہ
 صفیہ البغی صلی اللہ علیہ وسلم علی کہ سلمین بالجانی انتہی ان عبارات سے ظاہر ہے کہ جب جفا متعدی مفعول کی کسر
 بلا واسطہ ہوتا ہے معنی اوسکو ضد بر صمدہ کو یا بقتل کو ہوتی ہیں اور جفا بمعنی غلط طبع کی ہے وہ لازم ہے جو جہنم
 حدیث جفانی میں جفا متعدی میں لا بد معنی اوسکو ترک کر بر صمدہ کے اور ظلم کے جو مگر اس واسطے قسطلانی خود
 میں لکھتے ہیں الجہاد فی الاموی حرام جبب لزیارۃ اولیائہ الجہاد وجبتہ انتہی اور حدیث میں بد اجناس میں چونکہ
 جفا متعدی مفعول کی طرف نہیں ہے اس واسطے معنی لازم پر محمول ہوا اور اگر جفانی میں کوئی اور معنی لیا تو
 معنی مہمل ہو جائیگا کہ ہم میں فرق بینہا میں لم یفرق فقد وقع فی غلطہ عظیمہ قال بیان ہے وجوبیت
 قول السنۃ المذکورۃ اور قول جو کہ ثابت ہو کر اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا فقہاء نے حرام لکھا ہے فقہی
 چاہے جسکے قول پر فتویٰ دیتا ہو اوسکی روایت و درایت کا حال تحقیق کر لے اور اس بات کی منفی
 حاصل کرے کہ قائل فقہاء کو کون سی طبقہ میں ہے نہ جیسا کہ صاحب کلام مہر مہر نے کیا کہ وجوب کہ ابو عمر
 مالکی مجہول الحال اور اوسکو مقلدین کا قول ہے بیجا کہ ہو کر فتویٰ دینا اقول اس کلام میں چند نقبہ
 ہیں اول یہ کہ وجوبیت قول جو کہ اور قول سنت کو جو وجہ بیان کر گئے سب وہ ہو گئے پس
 ثبوت وجوبیت زعم باطل ہے و دوم یہ کہ ابو عمران مالکی کا مجہول الحال ہونا کذب و زور ہے طبقات مالکیہ
 ملاحظہ کیجئے بغیر معائنہ کیے ہوئے کتب طبقات کو کسی کو مجہول کہد یا شان اہل علم و بعید ہے شوم
 یہ کہ صاحب کلام مہر مہر نے مجر و متابعت ابو عمران فتویٰ نہیں یا بلکہ بتا بعثت یکما لفظ خفیہ اور مقتضا
 حدیث جفانی اس قول کو اختیار کیا چارہ یہ کہ آپ نے جو قول مذکور ہے فتویٰ دینا یہ بتا بعثت ارباب
 عالمگیری و رد المحتار و در مختار فتویٰ دیا اور ان کا حال دریافت نہ کیا لکس طبقہ سے یہ لوگ ہیں
 باب دوم رد میں ایلاوات مولوی محمد بشیر صاحب جو صاحب کلام مہر مہر نے ہیں اب میں ہم قول
 صاحب کلام مہر مہر کو کہ جس پر مولوی صاحب نے ایلا و کیا ہے بلقفا فا و نقل کرتے ہیں بعد اوسکو انکر ایلا و
 بلقفا قال نقل کر کے بلقفا اقول دفع کریگا فا و اس سال مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی ترمیزی نے
 تشریف لکھئے اور مشاہد خطام اور مشاعر کرام سے شرف نامہ زہر ہوئے جب حج سے فرغت کی غرضیت
 مراجعت وطن کی زیارت پر محترم سید لریل شعیب الامم کا ارادہ فرمایا قال اس کلام میں صریح
 نمائی ہے کہ جو کہ میں نے عبادت کہ مغلطہ مذہب علیہ ہے جو غالباً صاحب الہ نے اپنی کمال علمی سے و کمال

وحریم میں امتیاز نہیں فرمایا اقول علماء واریاب ندین کی شان بیدجو کہ اس قدر سفور و درواز
 کرین اور باب مدینہ پر چوٹکر مدینہ میں اہل ہونیکا قصد نہ کریں اور اگر سواراہ کرنا کہ ہم فقط مکہ معظمہ
 جائیں گے مدینہ منورہ پر مشرف نہ ہو گوبھی بیباکی ہو عوام ہی ایسا کہی قصد نہیں کرتے ہیں چاہو وہ لوگ
 جو فرقہ علمایہ میں داخل سمجھواتے ہوں اور چونکہ آپ شہرہ فضل علیہ السلام لہذا صاحب کلام ہرگز
 آپ کے حق میں حسن ظن کیا اور یہ سمجھا کہ اگر سے آپ راہ حریم کا کہ گئے ہوں گومردان کا کہ سبب بہت
 فسخ فریبست کی لہذا صاحب کلام ہرگز سے اولایہ لکھا کہ حریم میں نفیض تشریف لیکے بعد اسکر لکھا کہ بعد
 فراغ حج کے راحت وطن کی کی اور یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ آپ کے سوا مالکی کی ہفت ہی قصد مدینہ کا نہیں
 کیونکہ یہ شان جہلا و سہمی بعید ہو جا کہ علماء اور اگر فرمائے کہ اگر سے قصد زیارت کا نہیں درست ہو
 جیسا کہ ابن تیمیہ کا مذہب ہے تو قطع نظر اسکے کہ مذہب ابن تیمیہ کا اس مسئلہ میں مبدوی کنا جائیگا کہ
 قصد مسجد نبوی کا اتفاقا دوست و افاقا و مخفی نہ ہے کہ مہمور فقہاء و خفیہ مالک بوجوب ہیں قال اولاً
 استقام مر صاحب سالہ لفظ مالک میں لکھا اور صفحہ ۱۴۱ اور صفحہ ۱۴۲ میں بالقاف تحریر فرمایا ہو اور یہ خیال
 نہ فرمایا کہ محققین حنفیہ و شافعیہ مالکیہ و حنبلیہ اسکے وجوبے قائل ہیں انتہی پس معلوم ہوا کہ صاحب سالہ
 قول بیل میں ہی تمیز نہیں اقول سجان اسد عجبا اعتراض حامی ہے کہ جسکے وہ کہنے سے طلبہ ہی
 آپکو مہمور و تحقیق کے فرق کی ہی تمیز نہیں ہر قال ثانیاً باب اول میں ثابت ہوا کہ مہمور فقہاء
 حنفیہ بلکہ شافعیہ مالکیہ و حنبلیہ بلکہ مالک و اسلام معتد ہیں ہم قائل استجاب ہیں اقول کلام مذکور
 ہو سید وجہ اول یہ کہ آپ نے قول محققین قول مذکور کو طرف مہمور کے منسوب کیا اور کہند
 اسکی عبارت در مختار و مالگیری در المختار گردائے حال آنکہ میں کتاب میں ایک جملہ کے وجود سے
 قول مہمور لا ینہین آتا ہوا اس سالہ میں بلفظ مشائخنا اور مسئلہ تخیر ہند کر کے قول مہمور جیت
 حال آنکہ لفظ مشائخنا نص عموم نہیں ہے بلکہ قبیل حضرت علماء البلد سے ہوا و مسئلہ حنفیہ وجوب پر ہی
 متفرع ہو سکتا ہو پس قول مہمور گمان میں ثابت ہوا و مہمور کے کہ مہمور شافعیہ مالکیہ و حنبلیہ کے قول
 مذکور کو عبارت مہمور و بحر العلوم و ابن حنبلہ ملان کیا حال آنکہ عبارت بحر العلوم طلاق ترمذی نہ ہوا و عبارت
 مہمور ہی میں نقل فریب جو ہے قول ہو اور وہ باقرار آپ کے متذاریاب وجوب ہو اور عبارت منقولہ ابن حنبلہ
 استجاب بعدیت زیارت ارجح بردالت کر کے ہیں استجاب بطلان زیارت پر مفسر ہے کہ استجاب پر

اجماع آئے روایات وغیرہ سے نقل کیا اور یہ خیال کیا کہ باوجود خلاف اجماع کیونکر صحیح ہو اس پر وہ اجماع
منقول یا مردود یا قائل ہی کہ مگر تفصیل ذلک کلمہ فی رد الباب الاول جو پیش کرتے یہ کلمہ مقتدین ہم
کس قاعدہ صحیح کی شاہد کمال نکات سے غلط کو صحیح کر دیا قال ثانیاً یہ کہ بال دل میں معلوم ہو کہ
حنفیہ قول انجباب کو نقل کر کے پہر قول انجباب بیان کر کے تفریع قول انجباب پر کرتے ہیں اقول
سابقہ لفظ چکا کہ وہ تفریع وجوب پر ہی درست ہی قال ثانیاً یہ دعویٰ کہ جمہور حنفیہ قول وجوب کو
نقل کر کے سکوت کرتے ہیں اور عبارت میں جو اس کی ثبوت کے لیے پیش کی گئیں ہرگز ثابت
نہیں ہوتا ہاں ان عبارت میں قول قرب جب مقول ہو اور وجوب قرب وجوب میں فرق نہ کرنا جو
جمل سے ہی اقول دروغ گور حافظ نباشد یہ سیرا درایع ہے ثالثاً اور نسبت جمل کے ناشی
جمل مرتب ہے کیونکہ قرب جو حکم وجوب میں ہے جیسا کہ عبارت فقہاء اور دلیل مقول سے سابقہ ثابت
ہو چکا اور آپ قول متفق میں اس امر کی تصریح کر چکے کہ قول قرب وجوب اور وجوب دونوں متعارف ہیں
اور دونوں کی دلیل ہی ایک ہی ہے اور تضعیف ایک کی دوسری کی تضعیف ہی پس اگر یہ فرق نہ کرنا جمل ہے
تو الزام سکا آپ کی طرف عالمی اور یہ چوتھا موضع ہے اور ان مواضع میں جن میں آپ سے فاضل ہوا قال
پوشیدہ ہے کہ عبارت منقولہ میں تو ایک ہی حنفی کا وجوب کو اختیار کرنا ثابت نہیں ہاں انصوریہ بات
البتہ ثابت ہوئی کہ ابو عمر اور بعض شافعیہ و بعض مالکیہ قائل وجوب ہیں اور یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ حنفیہ
قول قرب جب کو نقل کرتے ہیں نہ یہ کہ جمہور حنفیہ قول وجوب کو نقل کر کے سکوت کرتے ہیں اقول
قرب وجوب اور وجوب میں فرق نہ کرنا جمل مرتب ہی قال اگر کہا جاوے کہ گو کسی حنفیہ کا قول انجباب
عبارت سے ثابت نہیں ہوتا لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ عبد البنی اور شیخ عبد الحق دہلوی نے وجوب کو نقل
کر کے سکوت کیا پس حنفی کا قول نقل کر کے سکوت کرنا ثابت ہوا تو جواہر دسکا یہ کہ لاول تو اس سے
جمہور حنفیہ کا وجوب کو نقل کر کے سکوت کرنا ثابت نہیں ہوتا تو رقم عبد البنی نے تو اپنی مسالک مختار کی
ادل تصریح کی جیسا قال علم الزیادۃ البنی المعری القرشی المالکی منتہی سنن السکسین بیت سکوت مواضع اس
تصریح کیونکہ ہو سکتا ہے اقول عبد البنی کی عبارت میں جو منتہ واقع ہے لقرینۃ المسلمین کے معنی طریقیہ
متداولہ بین المسلمین کے ہیں بیت قول مطلق قربت پر دلالت کرتا ہے نہ مجرد استحباب پر پس اختیار اس کا
استحباب کے گمان سے ثابت ہوا قال اور حضرت شیخ عبد الحق نے اول اپنی قول مختار کی تصریح کی بلکہ وجوب کے

تاویل ہی بیان کی لیکن عبارت کو صاحب سار نے اپنی یاقت حذف کر دیا اور عبارت شیخ کی یہ ہو گئی
 نہایت قریب شریف و سبب ہیضہ انما عظم قریات و اعلیٰ درجات است لفظیہ بلانکہ کہ وجہ یہ کہ سبب و
 چنانکہ امام عبدالحق کہ از اعظم علما حدیث است ذکر کردہ و گفتہ اند کہ مراد وہی از واجب است مگر وہا
 کہ در تہذیب واجب است و بیہوت بلکہ سہ کہ آنحضرت فرمودین زار قبری وجہ یہ کہ شفاعتی و مروی است
 کہ من جد سقہ و لم یفیدالی فقد جفانی صاحب مجاہد گفتہ کہ ابن حدیث طاریست و در مت ترک زیارت
 زیر کہ درین جہادوی است و جہاد و اندازی آن حضرت حرام است بل جامع پس جب شد زار الہ جہاد آن
 بزیرت خواہد بود پس زیارت واجب نہتی ہی اول تحریف ہو کہ صاحب سار سبب الہیر فی تکیب ہوا
 اقول نام برین فہم و علم شیخ نے اولاً حکم عظم قریات کا و اعلیٰ درجات کا دیا اور یہ عالم ہو کہ حجاب و وجوب
 و سنت ہی پس اختیار اذ کا استحباب کو کس جملہ ہی ثابت ہوا اور نسبت تحریف کی طرف صاحب کلام
 مبرم کے عجائب و زکار ہو کہ چونکہ تحریف عبارت ہی بکار نے سو اور بدلتی ہو اور چونکہ تاویل وجوب کی
 جو عبارت شیخ میں منقول ہی ہو نقل عبارت شیخ کے صاحب کلام مبرم کو موافق مذنیہ ہی نقل کرنا منظور ہی
 لہذا بنظر اختصار کے عبارت تاویل کو نہ ذکر نہ کیا اور بانی عبارت پر اختصار کیا پس یہ مختصر بخوف
 بستیغنی عنہ ہوا نہ تحریف شاید آپ کے نزدیک تحریف و اختصار میں اتحاد ہو کہ مختصر پر حکم تحریف گایا
 ہو کر دیتی ہو یا وعید فرما رہتا ہو و خوف نہیں فرتا ہے ہن قال ملاوہ اگر وہ عبارت جس میں
 قریب ہو وجوب ہی اذ کا استحباب پر محمول کرنا وجوب پر محمول کر نیسے آسان ہی کہ چونکہ افضل استحباب
 کو ہی قریب جب کہنا درست ہی سلیس کہ قریب نو یک امر اضافی ہی بخلاف وجہ کہ او سپر اطلاق
 قریب جب اس قریب ہی کہ نقل سلیم و سکا انکار کرنی ہی اور جن عبارات میں لفظ وجوب ہی اذ کو ہی
 استحباب پر محمول کر سکتے ہن یا قول یہ کلام درود ہی چند وجوہ ہی اول یہ کہ قول متفق ہن آپ کی
 عقل سلیم نے قریب جب کو وجہ بٹھرایا اور بیان عقل سلیم عرض کر لے لی ان ہذا لشیعی جواب
 اور یہ یا پخوان موضع و اذن مواضع ہی جہاں آپ تعارض ناخ ہوا و وہم یہ کہ اطلاق قریب ہی جب
 وجہ پر اطلاق فقہاء میں شیخ ذوالحجہ ہی جیساکہ سابقاً مذکور ہو چکا اور اطلاق یا او کا محجب یا ابتداء
 جناب الہی پس بمقابلہ اطلاق فقہاء کے یہ تجویز آپ کی کہ تسلیم کیا دیگی مستحکم یہ کہ قریب اضافی
 ہو نیسے نہیں لازم کہ اطلاق قریب جب کا مستحب پر نہ ہو ورنہ لازم آوے گا کہ مباح کو قریب وجہ کہنا

درست ہو جاوے بلکہ مکروہ تنہی اور تحریمی کو قریب جب کہ دین کیونکہ نسبت معلوم وہ ہی قریب ہیں
اور اگر علم اسکا خالی از تخافت نہیں ہے چاہے یہ کہ جو ان اطلاق شرعی دیگر ہو اور وقوع اطلاق شرعی
دیگر ہو پس بعد تسلیم جو ان کے کہا جاتا ہے کہ کسی فقہ نے کسی کتاب میں قریباً جب کا اطلاق حقیقہ
مستحب پر نہیں کیا ہے وہ فی فعلیہ البیان اور اطلاق اسکا وجہ پر واقع ہوا ہے پس اطلاق
کو جو ہو کر اطلاق ممکن کو لینا عقل سلیم کے نزدیک قبیح ہے و شحہم یہ کہ وجہ کو انتخاب پر عمل کرنا چاہا
ہو جیسا کہ کہا جاوے کہ اوامر جنہی شرع میں وارد ہیں وہ سب انتخاب پر معمول ہیں و لہذا الاصل
افاد اب کلام بعض محققین شافعیہ ہی ملاحظہ کرنا چاہیے کہ جس سے صاف ترجیح قول وجہ کی معلوم
ہوتی ہے **قال** سمعی کی عبارت تو وجہ ہونا ہرگز نہیں نکلتا البتہ قریب ہو جب ہونا ہوا
جانا ہوا وجہ قریب ہو جب میں فرق ہے **اقول** قریب جب حکم میں وجہ کی ہو جیسا کہ سابقاً
گذر چکا اور آپ ہی نقل میں فرما کر حکم اس سے فرار فرماتے مگر اور یہ چنانچہ موضع ہر اول موضع
سویان آپ ہی مخالف واقع ہوا **قال** مفسر طائفی اور ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام سے اگر وجہ کی طرف
میلان معلوم ہوتا ہے لیکن ملان و دونوں نے بنالہ اسکی حدیث جفائی پر کی ہے اور اس حدیث کا
قابل احتجاج ہونا ابھی تک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا **اقول** کلام مبرم میں اس حدیث کو قابل احتجاج
ہونا مذکور ہو چکا اور ابانی تفصیل مغرب پیش کیجا و بھی انشاء اللہ تعالیٰ **قال** علاوہ یہ کہ کتب
اول میں جو کہی ہے بعض مالک کا قول وجہ نقل کر کے یہ تاویل ہی نقل کی ہے کہ مراد وجہ ہے سنت کو
ہر اور اسے سکوت کیا ہے اور سکوت صاحب سالہ کے نزدیک دلیل ضاہی بلکہ ابن حجر نے تو صریح اس
تاویل کی تائید کی ہے و سطح پر کہ کہا ویدل لذلک علوہ صحیحہ مصححہ لالشاہ الامین المسوس نو بعینہ
اقول فسطائی نے بعد نقل تاویل کے حدیث جفائی کو ذکر کیا اور بعد اسکو کہا فلینا مل قولہ فقد
جفائی فانہ ظاہری حرمت ترک الزیادۃ ضاہجہ تمام عبارت اسکی کلام مبرم میں منقول ہے اب للضفا
کیے کہ اس اختیار فسطائی کا قول وجہ کو معلوم ہوا یا تاویل کو اور ابن حجر کی عبارت جو کلام مبرم میں
منقول ہے اس سے ہر نوی علم صحیحہ کہتا ہے کہ اسکی راہی ترجیح وجہ کی طرف ہے اور عبارت ابن حجر
جو لذلک واقع ہے اور اسکا اشارہ تاویل کی طرف راجع کہ ناگمال استعلا پر دال ہے کیونکہ ذلک موضوع
بعید کیا واسطے ہے اور قول تاویل اسکی قریب مذکور ہے اگر تائید تاویل کی منظور ہوتی لہذا اسکا جاتا

موضع ششم قرار

قال ابو قسطلانی نے پہلے ہی اپنا مختار اس میں بیان کر دیا جس کا حال علم ان بابت قبر الشریف
 من اعظم القربات وارجی لطاعات وپہل انی فی المذرات من اعتقد غیرہ فقد اخلع من ثعبان الاسلام
 پس اس سے ترجیح قول واجب ثابت ہوئی اقول قریب وطلعت علم کو مستحب وحب سنت وغیرہ
 پس اس سے اعتقاد مطلق قریب کا ثابت ہوا نہ اعتقاد حجاب کا اور ترجیح وجوب کی عبارت لاحقہ
 جو سابقہ مذکور ہو چکی ثابت ہوئی قال قطع نظر اس سے قول وجوب مجبور شافعی کے مخالف جو یہاں کہ
 باب اول میں ظاہر ہوا اسی لیے قابل اعتبار نہیں اقول باب اول کے رد میں وضع ہو چکا کہ جو عبارت
 آپ نے واسطی اثبات قول مجبور شافعی کے نقل کہیں وہ مفید دعویٰ نہیں ہے قال ابو قسطلانی اور
 کلی راون طبقات فقہاء میں عرضین ہیں کہ مجبور قول پر فتویٰ دیا جاوے بلکہ طبقہ سابعہ میں ہی اقول
 یہ دعویٰ بلا سند ہے اسکا اثبات کرنا چاہیے شاید اسوجہ سے کہ اولیٰ و ثانی نے آپ کی رائے کے خلاف
 لکھا طبقہ سابعہ میں داخل ہو گئی قال اور باوجود اس کے یہ قول مخالف جماع ہے اقول سابقہ لفظ
 کہ جماع استحباب پر کسی کے کلام سے صریح نہیں مفہوم ہونی ہے اور بعد تسلیم کے نقل جماع منقطعہ و ناقصین
 ہے اور اس پر اعتماد خلاف و باضالین ہے افاقہ و مخفی نہ ہو کہ قول صاحب احباب کا حدیث میں حج و عمرہ زنی
 فقہ حنفی کے حق میں لفظ لا یصح اس کے موضوع ہونے پر دلالت نہیں کرتا یہی بلکہ اس امر پر کہ سند اس کی
 مرتبہ صحیح مصطلحہ اہل حدیث تک نہیں پہنچی بلکہ ضعیف ہے نہ یہ کہ مطلقاً ثابت نہیں اس میں طہا
 تذکرۃ الموضوعات میں لکھتے ہیں قال السیوطی فی اللالی قال الزرکشی بین قولنا لم یصح و بین قولنا
 موضوع ہون کثیر فان الموضوع اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم من اثبات العدم وانما اثبات
 عن عدم الثبوت وقال ايضا لا یلزم منه ان يكون موضوعا فان الثابت لیشمل الصیغ الضعیف انتہی
 قال اولاً اس مقام پر صاحب سبیل نے اس غرض سے کہ حدیث ضعیف کو ہی ثابت کہتے ہیں نقل عبارت
 تذکرہ میں تحریف کو کام فرمایا پوری عبارت اس کی یہی فی اللالی قال الزرکشی بین قولنا لم یصح و
 موضوع ہون کثیر فان الموضوع اثبات الکذب لا یشمل وقولنا لم یصح لا یلزم من اثبات العدم وانما
 ہواضار عن عدم الثبوت وقال ايضا لا یلزم من حمل الراوی وضع حدیثہ و فی الوجیز فرق بین الثبوت
 والموضوع وقال کثیر الحدیثین من سننہ ما ینسب الی الان اذا ساقوا الحدیث باسنادہ عقیدہ انہم راوی
 من عمدتہ و ذکر المسخاوی عنہ ان لفظ لا یثبت لا یلزم من ان يكون موضوعا فان الثابت لیشمل

الصحيح فقط والضعيف دونہ اتنی ثانیاً صاحب المسال فی جسطح مذکور کی عبارت نقل کی ہو اور اس کو اس کا
 مدعی ہرگز ثابت نہیں ہوتا یعنی یہ کہ حدیث ضعیف کو بھی ثابت کہتے ہیں بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے
 کہ لفظ لا یصح بہر دلالت کرتا ہے کہ وہ مطلقاً ثابت نہیں نہ بطور صحبت کے اور نہ بطور ضعف کے کیونکہ
 اس میں لکھا ہے کہ یہ قول اخباری عدم ثبوت ہے اور ثابت شامل ہے صحیح و ضعیف کو اقول کلام ہر مین
 واسطے اختصار کے بقدر ضرورت کہ جس سے عدم دلالت لفظ لا یصح موضوعیت پر کہ اصل معنی ہے
 ثابت ہو جائے عبارت مذکور کی نقل کی گئی اور اختصار اور تحریف میں فرق بین ہے پس دعوی تحریف
 کا باطل و افترا ہے اور عبارت مذکور ہے اس کا جہننا کہ لفظ لا یصح جو معنی لا یشکرتا ہے اس پر دلالت کرتا ہے
 کہ وہ مطلقاً ثابت نہیں نہ بطور صحبت اور نہ بطور ضعف مجیب ہے کیونکہ لفظ لا یشکرتا عرف محدثین
 نہ مطلق ثبوت کے نفی کے واسطے آتا ہے بلکہ نفی صحبت کی واسطے چنانچہ شمس الدین سخاوی مقام حدیث میں
 تحت حدیث السنن قریب میں اس کے لکھتے ہیں ونقل ابن الجوزی فی الموضوعات لما ذکرہ فی الحدیث
 عن المدائنی انہ قال لہذا الحدیث طرق ولایثبت منہا شیء قال شیخنا ولا یلزم من ہذہ العبارتان
 موضوعاً فالثابت لیس بالصحيح والضعيف دونہ و ہذا الحدیث ضعیف فالحکم علیہ لیس بحکم انتہی افاد
 خلاصہ ہم اس مقام میں یہ کہ بابت باریت میں علما کثیرین قول ہیں بعض علما خلف و سلف تو متذکر
 پر کفایت کرتے ہیں اور بعض مالکیہ اور بعض شافعیہ حکم وجوب کا دیتے ہیں اور مختار بعض مالکیہ یہ کہ یہ حدیث
 سنت موکدہ ہے قال اس کلام سے ظاہر ہے کہ بعض مالکیہ جو حکم وجوب کا دیتے ہیں وہ اور ہیں اور
 و بعض مالکیہ جو سنت کو قائل ہیں وہ اور ہیں حال آنکہ عبارات منقولہ سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا ہے
 بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ بعض مالکیہ جبکہ کلام میں وجوب آیا ہے انہیں کے کلام میں بعض مالکیہ دوسرے
 تامل کرنے میں ساتھ سنت موکدہ کے اور بعض مالکیہ و خالفہ سے قریب وجوب منقول ہے اور یہ
 لفظ اگرچہ جس سنت ہو کہ وہ کاہر لیکن اس میں نص نہیں بلکہ استہجاب پر محمول ہو سکتا ہے اقول
 نخرج سنیت قلت نتیجہ سے ہو سالیگا کہ چونکہ بعض تصریح سنیت کی کرتے ہیں
 اور معلوم ہو چکا کہ جو مالکیہ وجوب کے قائل ہیں وہ اور ہیں اور جو سنت کہتے ہیں
 وہ اور ہیں اور قریب واجب کا اطلاق مستحب پر اخلاق فقہاء میں شائع نہیں ہے
 بلکہ اطلاق اس کا واجب پر ذائع ہے جیسا کہ عبارتیں مناسب مقام کے سابقہ مذکور ہو چکی ہیں

منہج قاضی

پس عمل کرنا قرب و جوب کا استخباب پر غلات عقل و نقل کے ہر بلکہ غلات آپ کے اقوال کو
اور یہ ساقون موضع اون مواضع سے جہاں آپ سے مخالف واقع ہوا فادولس اختیار کرنا قول میں
کو اول نسبت اور اسکی اختیار کے اوضاع قول جو کہ طرف بہو خفیفہ کے کرنا جیسا کہ مؤلف قول حکم نے
کیا ہے بلکہ فقہاء نے اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے پس نقل صاحب کلام بہرم کا غلط ہوا اور اس میں
مؤلف کلام بہرم کی مبلغ الاستعداد ظاہر ہو گیا کیونکہ یہاں تضعیف کی لفظ کھٹھ کر فرمایا اقول
اور چرب بہو ثابت کر دیا کہ بہو خفیفہ کی طرف نسبت استخباب کی جو وجہ آپ نے بیان کی وہ مڑوڑ
اور اجماع استخباب پر بر تقدیر عدم اسکی غیر معتبر پس یہ قول غلط غلط ہوا اور یہاں سے باغ و کاوت
و غلات انکا ظاہر ہو گیا کہ نقل علوم کو آپ پر ادوات مملکت کہتے ہیں و مباحث علمیہ کو بہرہ کار نہیں
کہتے ہیں ایسے تقریرات طلبہ علوم تعجب کی ہیں یہ جہائی کے علماء آپ کے خیال مبارک میں یہ نہ آیا کہ نسبت
ضعف قول جو کہ طرف خفیفہ کے اسکی مضبوطی میں کہ نسبت کرنا اس امر کی کہ خفیفہ نے ضعف کہا نسبت
کرنا اس امر کی کہ خفیفہ کی کتب میں ضعف مصرح ہو سکے و کم من مایہ و لا یجوز و آفتہ من الفہم اقسام
یہ نواس نفس ہے و نہ ترا ایک نسبت کرنا مذہب کی طرف بہو خفیفہ کی حال آنکہ نہ عبارت و نہ مختار میں
یہ لفظ ہے اور نہ عبارت ناگہری میں **قال** مشائخ کی لفظ سے جب ہم نے ہم کو اسکا استخباب ثابت کرنا
تو یہ کلام غلط ہوا **اقول** سابقا یہ کلام محدث ہو چکا فادولس دوسری نسبت تضعیف قول جو کہ طرف
صاحب و مختار کی حال آنکہ اس کے کلام میں کہ نہ شایع البتہ نہیں ہوا و لفظ قبل موضع اسکی تضعیف
کی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اسکی تضعیف بھی جاوے **قال** غلط لفظ قبل سے ضعف ہے جیسا کہ لفظ
ہیں بیا عقل میں و مختار کی اس قول کی سخت میں دلیل المقصود عدم الاسرار مرقوم ہے غلط ہے کہ
و مختار میں یا لے بعد میں قوم تو قلت قدر ارجحت ان تراشی فرایہ حکما عن الفیر البصیغہ التمریض
لخصنا فی او سکو تحت میں نکستا ہی الواو لوالی فہو ضعف عند غیرنا اور میں بہول ہنیغہ تریض ہی شرح
نہیغہ لافکر میں مرقوم ہے و مانی فیہ البیض الجوزم ای البصیغہ التمریض لکھ کر ویردی و لبقال و نقل و ردی خواہ
لقلیل لضعف مقال و شرح عبد الجوس نے مقدمہ میں لکھا ہے و ما ذکرہ البصیغہ التمریض و لہول نقل و لبقال
و ذکر فی حقہ عندہ کلام الحاصل اگرچہ لفظ قبل کا ہونا تضعیف کے لیے ہی تھا ہی لیکن ظاہر تضعیف ہے

اور بعد ازاں ہر نوعی قرینہ صارفہ کے نہ چاہیے علی الخصوص جبکہ قرینہ موجودہ تضعیف موجود ہو کہ
 صاحب درختار نے اول قول احتجاج کو بیان کیا اور بعد قول وجوب کو نقل کر کے تفریع قول
 احتجاج کی اقول کلام فقہار میں صد ہا جگہ صنفہ مہول وارد ہو اور اس تضعیف مراۓ میں ہر او
 اصطلاح المطلق محذوین سے توافق استعمال فقہار کا ضرور نہیں ہے بلکہ جس مقام میں سیاق یا سابق میں
 قرینہ تضعیف ہو وہاں البتہ صنفہ مہول کلام فقہار میں محمول تضعیف پر کیا جاتا ہے جیسا کہ طحاوی
 نے دو موضع میں جواب دے نقل کیے ہیں کیا ہو اور ان میں فیہ میں قرینہ تضعیف مفسود ہو علاوہ
 ازین بخادی نے فتح المغیث میں تصریح اہل مرکی کی ہے کہ تخصیص استعمال الفاظ قرینہ مثل قبل وغیرہ
 واسطے ضمنت کے اکثر فقہاء محدثین متاخرین کو استقامات میں باقی نہیں ہی جماعت او کی یہی قول
 ذلک کثیر من الضعفین من الفقہاء وغیرہم وشتاد کا البیہقی علی من خالف ذلک و ہوتا اہل من فاعل
 از یقول فی الصحیح بذکر دیری و فی الضعیف قال دیری انتہی افا و ملاحظہ کیجئے کہ ابن ہمام نے کہا
 ترجیح اور فقہاء افس میں او کا شمار قول وجوب کو نقل کر کے سکوت کیا قال اولاً تو ابن ہمام نے
 قول وجوب کو نقل بھی نہیں کیا بلکہ قرینہ وجوب کو نقل کیا اور قرینہ وجوب وجوب سمجھنا از ابن ہمامی ثانیاً
 ابن ہمام نے اول احتجاج کو بیان کیا پھر قرینہ وجوب کو پر ایک مسئلہ ایسا بیان کیا کہ متفرع احتجاج
 پر ہو غیرہ اقول قرینہ وجوب کو حکم وجوب میں سمجھنا اگر نا فہمی ہے تو آپ کی عین قول محقق میں اخرج
 اور یہ آٹھواں موضع ہر اون موضع میں جہاں آپ متناقص ہوا اور تفریع مسئلہ مذکورہ کا فقط احتجاج
 سمجھنا از ابن ہمامی ہو کہ امر ارا افا و اب بیان ایک لم مولف کی تفسیر ہو وہ یہ کہ مہر و فقہاء حنفیہ
 بلکہ تمام حنفیہ تراویح کو میں کت سنت ہو کہہ لکھتے ہیں قال یہ بات صحیح غلط ہے کیونکہ فقہاء حنفیہ
 میں نفس تراویح کی سنت و مستحب ہونے میں بنا ہی شیعہ قدوری میں مرقوم ہے اختلاف الشائخ فی التراویح قال
 بعض فہم قال بعض سنتہ او خلاصہ میں سطوری علم ان الشائخ اختلافی کون التراویح سنتہ او زمانہ
 عالمگیری میں لکھا ہے نفس التراویح سنتہ علی العمیان عندنا کما روی الحسن بن ابی حنیفہ قبل سمعہ بن
 نفس اربع کی سنت کو مستحب ہونے میں اختلاف ہے تو ہمیں کے سنت ہو کہہ ہونے پر کہاں ہے اتفاق
 پیدا ہوا اقول کتب معتبرہ میں تراویح کی سنت کو قول مہر و لکھا ہے بلکہ بعضوں نے جماع نقل کیا
 اور سبطیج عدد رکعات کو ہی قول مہر و بلکہ قول صحیح حنفیہ لکھا ہے طحاوی حاشیہ میراتی الفلاح میں لکھتے ہیں

موضع اکثر فقہاء

التراويح سنة باجماع الصحابة ومن بعدهم من الائمة انتهى اوريج براتی من یصرح المصنف بانها سنة مؤكدة
 وصحة صاحب المذاهب والظہیرۃ ذکر فی الخلاصۃ ان الشائخ اختلفوا فی کونها سنة واقطع الاختلاف برأ
 الحسن عن ابی حنیفۃ انها سنة انتہی اوریبی بحر من یقول عشر وان کتب بیان للکیتما وهو قول الجمهور لما فی
 الموطا عن یزید بن رومان قال قال ابن المناس یقولون فی زمن عمر ثلاث وعشیر من کتبہ وعلیہم السلام المناس
 شرفا وغیرا لکن المحقق فی فتح القدر ذکر ما حاصلہ ان الدلیل لفضی ان یمکن السنة من العشرین بفضل رسول
 صلی اللہ علیہ علیہ وسلم انتہی اوریش القدر یمیز ہر طایفہ کلام الشائخ ان السنة عشرین مؤلفی الدلیل
 ما قلنا انتہی اورغنیۃ مستملی شرح منیۃ المصلی من یزید من ہذا المسئلۃ ان التراويح عشرین کتبہ بعشر
 تسلیحات عندنا وھنہ صیب الجمهور وعند مالک ست وثلاثون احتجا بالعلل الی الھدنیۃ وما احتج بکس
 بحجة لانہم یصلون فی کل تمحیتین اربع رکعات فی مقابلۃ طواف اہل مکہ ھبوعا وذلک غیر منج
 والکلام فی ما ہو الم شروع سنة بالجماعۃ لانی ما عدہ انتہی بلخصا اورمجبتی شرح مختصر قدسی من ہذا الکتاب
 سنة فلا خلاف فیہ انتہی اورقادی تانا خانہ من یزید قال الی السنة والجماعۃ التراويح سنة رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ علیہ وسلم فعلہا البلیتین قالت الروافضیہ ہا سنة عمر رض انتہی اورخلاصۃ الفناوی
 من یزید علم ان الشائخ اختلفوا فی کون التراويح سنة واقطع الاختلاف بروایۃ الحسن انتہی اورحصا
 ہر ایہ مختارات النوازل من لکنتہ من التراويح سنة للرجال والنساء واورثا الخلف من السلف کذا رو
 الحسن عن ابی حنیفۃ لانه واطب علیہ الخلفاء الراشدون وقال قوم من الروافضیہ سنة للرجال والنساء
 النساء وقال قوم منهم ہی لست بسنة اصلا وانما احده عمر رض ولا الی السنة قوله علیہ السلام علیکم بتی و
 سنة الخلفاء الراشدین وقد اثنی علی علی عمر حیث قال نور اللہ مضجی عمر کما نور مساجدنا انتہی اورنفاقر
 من یزید عدل عن قول المقدوسی یحب ان یمیز الناس فی رمضان فیصلی ہم ما خمسین وحب ان یمیز
 الاصح انها سنة کذا فی المذابیۃ قال فی العنایۃ وتبعہ فی البحر فیہ نظر اذ المحکوم علیہ الاستحباب بانما جماع
 ولیس کلامہ لانه علی ان التراويح سجنۃ واجاب عنہ فی الخواشی السعدیۃ بانہ لما سکت عن بیان صفۃ
 التراويح استقلا لا ذکر لفظ الاستحباب فانما ہر سحا علی مجموع الصلوۃ والاجتماع وانہ فیہ بیان
 ما فی العنایۃ اولی لانه قد حکى غیر واحد الاجماع علی نیتہا کما فی الخانیۃ نعم کونہا عشرین رکعۃ ہو قول الجمهور
 انتہی اورتحالیک الانواع علی الدر المختار من یزید علی غیر واحد الاجماع علی نیتہا وقد نہا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم وندنا اللہ وندنا علیہما فی بعض الیالی غیر ترکما خشیتہ ان تکتب علی امتہ انتہی فیصح علیہ
 شرح وقایہ میں لکھتے ہیں فی فتاویٰ الحجۃ الترابیہ سنتہ موکدہ من انکر کو نہا سنتہ نو متبع ضال
 غیر مقبول الشہادۃ انتہی ان عبارات کو ملاحظہ کیجیے زاہدی صاحب مجتبیٰ نے سنیت تراویح پر اجماع
 ترقیم کیا اور صاحب فتاویٰ حجۃ اور صاحب مختارات النوازل اور صاحب تاتارغانیہ وغیرہ نے اجماع
 ال سنت نسبت تراویح پر تحریر کیا اور شکرستان کو مبتدع و ضال بنایا اور صاحب نہر و قالیق
 الانوار نے نقل اجماع کو سنیت پر ہم غیر کی طرف منسوب کیا اور طحاوی نے اجماع صحابہ میں ہجرت
 سنیت پر رقم کیا اور عددیس کی سنیت کو صاحب غینہ اور صاحب بحر اور صاحب نہر نے قول کہو
 لکھا اور صاحب فتح القدیر کی عبارت بسبب اس کے کہ لفظ الشایخ جمع معروف باللام جو آورہ باقر آج کے
 استغراق ذیل ہر اجماع شایخ حنفیہ اور پیغمبر ہو ا پس کلام صاحب کلام مبرم بقید ان عبارت
 فقہار متقدمین کو ثابت صحیح و درست ہوا اور ایراد اچھا او سپر لغو و باطل ہو گیا اور ہر گاہ قول مہرور اس میں
 میں ثابت ہو گیا آپ کو اسی کے موافق فتویٰ دینا لازم ہو ا کیونکہ آپ سابقا لکھ چکے ہیں
 کہ فتویٰ قول مہرور پر چاہیے باقی اختلاف جو آپ خلاصہ و عالمگیری وغیرہ
 نقل کیا ہو کمال حال ہے کہ جن فقہار نے استحباب کا اطلاق کیا او نکل و لیل سنیت نہ پونجی اور نہ روایا
 حسن و کمزور گوش گذار ہوئی لیکن بعد معلوم ہونے دلیل کے اور پونجی روایت حسن کے ختمان منقطع
 ہو گیا اور شایخ کا اجماع سنیت پر ہو گیا جیسا کہ عبارت بحر و خلاصہ و وضع ہوا آپ نے نقل عبارت
 خلاصہ میں تقصیر فرمائی فقط عبارت اختلاف کو واسطے منقطع لغوام کے نقل کر دیا اور عبارت بالفظ
 اختلاف کو منقطع کر دیا یہ چوتھا موضع ہر اوں موضع میں جہاں آپ نے نقل عبارت میں تقصیر
 واقع ہوئی قال اگر کما جاوہر کہ سنیت کے لیے فقہار نے لفظ اصح لکھا ہے تو ہم کہیں گے کہ اول ترجیح
 ہو اتفاق ثابت بلین ثانی اصح سے جانب مقابل صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے و مختار میں ہر عبارت
 فی رسالۃ آداب اللغتی اذ اولیت روایتہ فی کتاب معتد بالاولیٰ و الاصح و الاقرب و نحو ہذا فلان لغتی بہا
 و بما لہما ایضا یا اشارہ انتہی اقول ہا یہ وغیرہ میں اگرچہ نسبت سنیت کے کلام اصح مرنوم ہو
 لیکن بہت کتب تہذیب میں او سپر لفظ صحیح کا اطلاق کیا ہے چنانچہ شیخ الاسلام محمد بن احمد بن ابی
 صاحب مجمع الفتاویٰ خزائنہ الفتاویٰ میں لکھتے ہیں التراویح سنتہ ہو صحیح من الذہب انتہی اور تراویح

تصحیح و تہذیب

شرح ملتقى الاجموت من قبل محمدي و الامام ابو بصير من المذهب الحنفی القبول بسنة انتہی انسانی میں ہے
 التراجع سنتی اصح من المذهب انتہی اصح من جانب مقابل کا غلط نہ ثابت نہ ہو اور جب ایک مسئلہ
 بعض کتب میں صحیح واقع ہو و بعض میں صحیح نہ ہو اخذ اس صحیح کو چاہیے خواجہ مختار میں بعد عبارت منقولہ
 جانب الاکی مرقوم ہے و اواد و دلیلت باجماع اہل ماخوذ بہ و بعضی او علیہ الفتویٰ لم یفت بمذہب انتہی ملازمی
 کہ صحیح ہی کہی بقابل روایت مروودہ کی آنا ہو خواجہ رد المحتار میں الاصح مقابل اصح و صحیح
 بل ضعیف الحسن فی حدیثی کہ شباہ السیر یعنی ان یقید ذلک بالغالب نا و جہنا مقابل الاصح للروایۃ الشاذہ
 کہانی شرح الجمع انتہی او ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں جو ہدیہ فیہ میں سنت پر صحیح واقع ہو و بقابل روایت
 کے ہر تقریبہ اسکے کہ او کتب میں لفظ صحیح واقع ہو پس کسی کسی مفتی کو لایق نہیں کہ فتویٰ اجتہاد میں
 پر باقتضای روایت شاذہ دلیوی ملکہ ہر عالم کو لازم ہے کہ جب اختلاف سنت میں بیان کری تو اسے
 ساتھ تصحیح اطلاق کرے اجتناب کے بھی کوئی نہ جیسا کہ آج کی کیا نظر قلب خفیکہ کے روایت ضعیفہ
 باطلہ پر فتوہ دینا جائز نہ کیا اور عہدالت خفیکہ سے کیا رہ گیا کہ میں کتب سنت میں ملازم کا غلط
 خراب خواہ شد افادہ اور تہہ ہر رکعات نامہ کو مثل قول ہر دفع کی سنت عمری شراذی قال قول
 قول و دفع کتنا غلط ہے جیسا کہ مطاوی میں فطام عن المذہب موجود ہے نہ نظر قد صحیح فی کثیر من المذہبات
 المعترفہ بانہ سنتہ عمران النبی علیہ السلام لم یصلما عشرین بل ثمانی و طہ و طہ علی و ذلک صلاۃ عمر و عمرہ و را
 الصحابہ اقول آیت تعاب اطلاق فقط سنت عمری کی سبب نہیں کیا گیا تا بعبارت مطاوی کہ چونکہ
 اس میں ہے بلکہ تعاب یہ کہو آپ لاشل و دفع کی رکعات نامہ کو مثل رکعات آپ نامہ رکعت کو سبب
 فعل نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کثرت میں اور ثمانی و طہ و طہ صحابہ کو جب تک کہ خود سنت نہ ہو
 بنیادین قابل احتجاج نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اسکو بعبادت میں شمار کرتے ہیں و چونکہ سند میں رکعت کی ایک سو
 اسوجہ سے آپ اور اتباع آپ کی اسکو بیت قرار دیکھیں اس وقت تا وقت و دفع کی ہو گیا تا لامر ہے
 کہ وہ مطلق ترویج کو بدعت سمجھتے ہیں اور آپ عدد رکعات کو بدعت سمجھتے ہیں کہ آپ نامہ سے زیادہ رکعت
 نہیں سمجھتے ہیں و یہی ظن خیر الکی ساتھ ہی کہ آپ فقط نامہ کو سنت اور باقی کو مستحب کہتے ہیں و چونکہ
 میں اصل نہیں کہنے ہو تو آپ کو ہر ارادہ کی او اگر نے پڑا مدت و زائد کیوں نہ اس امر کو ملحوظ
 سنت سمجھتے ہیں زبان دوزخی کرنی لگی اور کہنے لگے کہ بارہ رکعت تجدید عمری پر ہم کو سپر مل کر کے

اول ہذا امر خیرۃ الروفعی، عاذا اللہ! اسنہ منافا و تراویح کی باب میں قول جمہور کما انہ قال
 جب نفس تراویح کی سنت کو متنب ہو میں ہنر اختلاف مشکیح ثابت کردیا تو میں کعت تراویح کی سنت کیلئے
 ہونیکو قول جمہور کما انہ منہ اقول مجروح اختلاف مانع اثبات قول جمہور نہیں ہے جو احتجاج کے قائل ہو
 وہ بل اطلاع کو روایت حسن بر قائل ہو اور بعد طاسر ہو جاوے روایت حسن کے خلاف منقطع ہو گیا حیا غیہ
 خلاصہ کی عبارت سے واضح ہوا فاو گمان نفس مارہ کی متابعت سے تراویح میں آٹھ رکعت پر کفایت کی
 اور باب زیارت میں سند و بیت ثابت کی قال بان شیطان لعین کی متابعت سے میں کعت تراویح
 کی سنت سو کہہ ہونیکو قول جمہور بلکہ قول تمام حنفیہ قرار دیا اور باب زیارت میں جب کو اختیار کیا
 اقول لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا قلم زور کرنے لگا اور فقہاء کبار اولی الایدی والابھار کو تالیع شیطان
 لعین نہ لگا صاحب بحر وغنیہ نے تصریح اسکی کی کہ میں کعت کی سنت قول جمہور سے اذفتح القدر کی
 عبارت سے مفہوم ہو کہ سنت عدد مذکور قول جمیع مشکیح حنفیہ ہے اور جب زیارت کو ائمہ مالکیہ و شافعیہ
 نے اور ائمہ شافعیہ و سطلانی اور ابن حجر مکی نے اور ائمہ حنفیہ سے شریانی اور غریبی اور کرمانی اور شاج
 مختار اور صاحب مجمع الانوار و صاحب خزائن الفقہین و صاحب لباب المماسک وغیرہ نے افشاء کیا پس
 باقتضا و تحریر الایہ لوگ سب تالیع شیطان ہو لغو بائد الباکلہ بیوہ کسی حال سے یہی ان حضرات کے
 میں واقع ہو گا چاہے کہ عالم اور آپ کے راوی جو کلام میں تالیع نفس مارہ بنائی گئی وہ بجای خود ہی سوا
 کہ آپ نے احتجاج زیارت کو طرف جمہور کے منسوب کیا حال آنکہ کسی کتاب میں اسکی تصریح نہیں ہے اور لفظ
 مشکیح اور لامصاحب ہی یہ معنوں میں نکلتا ہے اور باب تراویح میں اگرچہ ابن ہمام نے آٹھ کو سنت اور
 باقی کو مستحب لکھا مگر کسی نے آٹھ پر کفایت نہیں کی اور آپ نے اقتضا آٹھ پر کیا اور تادیت اس پر آ
 رہا فانہ وانا الیہ راجعون افاد نسبت وضع کی اس حدیث کی طرف غیر مقبول ہے قال قول مختار
 میں عوی اس حدیث کی موضوع ہونیکا سنیں کیا گیا بلکہ یہ عرض ہے کہ حدیث لائق احتجاج نہیں اقول قول مختار
 کی صفحہ میں آپ کہتے ہیں اور اگر حدیث موضوع اس بات کی ثبوت کی لہذا کافی مجموعہ جاوے حدیث بغير
 سند اس لفظ سے مراد ہے ایسی صحت ظاہر ہو کہ انکی راوی ہی ہو کہ حدیث جفائی موضوع ہے اور یہ
 نوان موضوع ہوا دن وضع سے جہاں آپ سے تناقض مانع ہوا فاو یہ امر آپ سے ہی نزدیک ظاہر ہو
 ہر متبر و غیر متبر اس امر کو سمجھتا ہے کہ عرض مخطا دی اور شامی و مولفان عالمگیری کے مجروح نقل و نقل

وجوب ہی نہ اسکی تضعیف **قال** قول محقق میں یہ ہرگز نہیں کہ کیا کہ مقصود ان غیر کما تضعیف
 بلکہ یہ کہ کیا کہ جمیع مقصود نہیں **اقول** اگر یہ مقصود آپکا نہیں ہے تو یہ کلام آپکا قول محقق میں نہیں
 مقصود ہے جو واجب یا قریب واجب لکھا ہے تو اسکا ضعف خود کلام محققین ضعیف سے سمجھا جاتا ہے اگر
 کیونکہ درست ہوگا کیونکہ محققین جمیع اور اول قول جمیع میں ہے پس تین محقق سے آپکو ضعف نقل کرنا
 لازم تھا اور آپ کے نقل پانچ عبارتیں نقل کیں ایک عبارت دوم عبارت و ثلث عبارت و رابع عبارت و خامس عبارت
 شامی چارم عبارت عالمگیری پنجم عبارت دیگر شامی اور بیہودہ اولی عبارت عالمگیری در عبارت دوم شامی
 سے تو ضعف قول وجوب کا نہیں سمجھا جاتا اور باقرہ حال عبارت شامی طحاوی سے ضعف معلوم
 نہیں پس زبانی رہی مگر عبارت تحت اول سے ضعف ثابت ہوئے سے محققین کی کلام سے ضعف کا مقصود
 کہان ثابت ہوا **فادسبحان** مدعیہ عجیب قیاس ہے زیارت قبر رسول صلی اللہ علیہ علی آلہ وسلم
 بدرجہ زیارت باقی قبور سے موجب نفع و رجات و باعث وصول جنات ہے **قال** اول اثبات
 استحباب بطریق قیاس نہیں بلکہ لفظ حدیث سے ثابت ہے کیونکہ لفظ القبور میں قبر سید المرسلین
 بدرجہ اولی داخل ہے اور یہ ایسا ہی جیسا کہ قبیل قلوب میں نقل عن اسکی مرقوم ہے و اما در ثبوت
 صحیح متفق علیہا کہ در امر زیارت قبور و دریافتہ و رباب ثبوت استحباب زیارت قبر رسول کریم صلی اللہ علیہ
 علیہ وسلم کافی است تا نایا اعتراض مقتضای قائلین وجوب یعنی سبک پر واقع ہوتا ہے نہ باب قلوب میں نقل
 عن اسکی مرقوم ہے ہرگز زیارت قبور دیگر ان سبب زیارت قبر شریف بطریق اولی مندوب مستحب
اقول مناقشہ اس امر میں نہیں کہ لامادیت زیارت مطلق قبور استحباب زیارت قبر نبوی پر دلالت
 کرنے میں بلکہ اس امر میں کہ مقتضای حدیث مذکورہ جب زیارت مطلق قبور میں حکم استحباب ہے
 اقتضار کیا گیا زیارت قبر نبوی میں اس حکم مقتضای لازم نہیں کیونکہ بدرجہ اولی و افضل ہے پس غیر
 کہ زیارت مطلق قبور یا حدیث مذکورہ مستحب ہی اور زیارت قبر نبوی دلیل لازمہ وجوب ہو جاوے
 پس قیاس کرنا کہ جب حدیث زیارت مطلق قبور استحباب زیارت قبور پر لا نکلتے ہیں پس بیساکندہ
 قبور غیر نبوی مستحب ہی و وجوب نبوی اسطرح زیارت قبر نبوی مستحب ہی درست ہوگا اور قوی گزشتہ
 سبکی کے لئے شفاء الاستقام میں حدیث زیارت مطلق قبور سند اسطرح اثبات قربت زیارت
 نبوی کی بنا میں ہیں واسطے اثبات استحباب جو کہ متقابل وجوب ہے بلکہ بعض عبارات اولی اثبات وجوب

دلالت کرتے ہیں کہ استحباب پر چنانچہ باب القیاس میں جو واسطے اثبات قریب ہو زیارت قبر نبوی کو مستحب
 کیا ہے تحریر کرتے ہیں وہی کہ ای کو نہ قریب بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اما الکتاب فقوله
 ولو انهم اذ ظنوا انفسهم جاؤک كما ظفروا بالعدو استغفر لهم الرسول لوجود العدو تو ایجا واما السنۃ فما ذکرنا
 فی الباب الاول الثانی من الاحادیث وہی دلالت علی زیارت قبر صلی اللہ علیہ وسلم بخصوصہ فی السنۃ
 الصمیمۃ المتفق علیہا واما لزیم زیارت القبور قال صلی اللہ علیہ وسلم کنت نبیکم عن زیارت القبور
 فزوروہا وقال زورو القبور فانما تذکرکم الاخرۃ فقبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سید القبور ودخل
 فی عموم القبور واما الاجماع فقد حکا القاضی عیاض علی ما سبق فی الباب الرابع انتہی لمخصا اور یہی بوجہ
 سطور کہ لکھتے ہیں انا قطع بتحقیق من الشریعۃ بجواز زیارت القبور للرجال وقبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی آلہ
 وسلم داخل فی ہذا العموم ولكن مقصودنا اثبات الاستحباب له بخصوص لادلۃ النیۃ خلاف غیرہ من استحباب
 زیارت قبر بخصوص بل عموم زیارت القبور والین العینین فرق فی زیارتہ مطلوبہ بالعموم والمخصوص بل اقوال
 لو ثبت خلاف فی زیارت قبر غیر النبی لم یلزم من کثبات خلاف فی زیارتہ لان زیارتہ القبر لعظیم للنبی
 صلی اللہ علیہ وسلم ولعظیمہ حب واما غیرہ فلیس كذلك ولہذا المعنی اقول انہ لا فرق فی زیارتہ
 بین الرجال والنساء لعدم الخدور فی خروج النساء الیہ انتہی اور یہی بعد ایک صفحہ کے لکھتے ہیں وما یجوز علی
 ذلک القیاس فی کمالی زیارت النبی علیہ السلام البقیع وشہداء واحد واذا استحباب زیارتہ قبر غیرہ فقبرہ او
 ما لہ من الحق وجوباً تعظیماً فان قلت للفرق ان غیرہ یزار للاستغفار لا احتیاج الی ذلک کما فی
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زیارتہ اہل البقیع والنبی علیہ السلام ستفن عن ذلک قلت زیارتہ اما
 ہی لتعظیۃ والتبرک لتنازلنا الرمتہ بصلواتنا علیہ کما انما مودون بالصلوۃ علیہ والتسلیم وسؤال الویلۃ
 وغیر ذلک مما یعلم انہ جائز لبعید سوا النافان قلت للفرق ایضاً ان غیرہ لا یشتی فی محذور وقبرہ شہی
 الافراط فی تعظیۃ ان یمید قلت ہذا کلام نقیض منہ الجود ولولا شیعۃ یختار الہمال لما ذکرہ لان فیہ ترکا
 لما دلت علیہ الادلۃ الشرعیۃ بالآراء الفاسدۃ الخیالیۃ وکیف یقدم علی تعصیص قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
 وسلم زورو القبور وعلی ترک قولہ من نذر قبری وحبت لہ شفاعتی وعلی مخالفتہ اجماع السلف
 والمخلف بشل ہذا الخیال الذی لم یشر بہ کتاب ولا سنۃ فمن منع من زیارتہ قبرہ فقد شرع فی کفر
 بالمآذین بالعدو وقولہ مردود ولو تخنا باب ہذا الخیال الفاسد لکننا کثیرا منہ بل ومن الوجہ

والقرآن کلمہ والاجماع المعلوم من الدین بالضرورة وسیر الصحابة والتابعین وجميع علماء المسلمين وسلف
 انصالحین علی وجوب تعظیم النبی علیہ السلام والمبالغة فی ذلك انتهى اور بعد چند سطروں کے لکھتے ہیں
 اعلم ان بیات القبور علی اقسام اربعة ان یکون لمجرد تذکر الموت والاخر فاما یکونی فیہ رتبة القبور من
 غیر معرفت باصحابها ولا قصد امر آخر من الاستغفار لهم ولا من التبرک بهم ولا من اداء حقوقهم وهو مستحب لعله
 علی الصلوة زور القبور فانما تذکرہم الاخرة القسم الثاني زیارت الدعاة لابلہا کما ثبت من بیات النبی
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابل البقیع وهذا مستحب فی حق کل میت للمسلمین الثالث التبرک بالہما اذا کانوا
 من اہل الصلاح والخير القسم الرابع لاداء حقہم فان کان له حق علی شخص فینبغي لہ فی جہلہ ولہ بعد موتہ
 والزیارة من جملة البر بما فیہا من الاکرام ویشبان ان یکون زیارة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلمہ
 من ہذا القبیل اذا عرفت ہذا فنقول زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثبت فیہا المعانی الاربعہ
 اما الاول فطہار جہد واما الثاني فلانما مورون بالدعا لہ وان کان ہو غلیبا بفضل المدین دعائنا
 واما الثالث والرابع فانه لا احد من المخلوق اعظم برکۃ منہ ولا واجب حقا علینا من انتمی ان عبارات سر
 صاف واضح ہر کہ سبکی احادیث زیارت قبور کو واسطے اثبات قربت و نفس جواز کے بمقابلہ خصوم کے
 سند نہ ملے ہیں اور زیارت قبر نبوی کو افراد اکرام و تعظیم نبوی میں داخل کتے ہیں اور تعظیم نبوی کو
 واجب لکھتے ہیں پس میلان ادنیٰ ای کا بھی وجوب کی طرف معلوم ہوتا ہو لیکن جبکہ غرض ادنیٰ
 اثبات یارت کو جواز کے اور قربت ہونی کہ اور جواز سفر زیارت ہی بناء علیہ بحث استنباب و وجوب سے
 اور ہونے کتاب مذکور میں تصریح تصریح نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ اعتراض مذکور جو صاحب ظالم ہے
 کیا ہی سبکی پر وارد نہیں ہو سکتا ہی بلکہ اس شخص پر جو احادیث زیارت مطلق قبور سے استنباب یارت
 قبر نبوی مثل استنباب زیارت قبور مسلمین مستخرج کرنا ہی اور اعتقاد رکھتا ہی کہ بسطرح زیارت قبر غیر نبوی
 بسبب ان احادیث کے مستحب ہوئے نہ وجوب بسطرح زیارت قبر نبوی ہی مستحب ہوگی نہ وجوب
 افادہ ان اولاً اگر کسی دلیل سے استنباب زیارت قبر نبوی ثابت ہو جاوے اور زیارت باقی قبور پر
 قیاس کر کے کہا جاوے کہ جب زیارت قبر نبوی مستحب ہوئی تو زیارت مطلق قبور کی بدفعہ ادنیٰ
 ہوگی تو البتہ درست ہوگا قال جیسا کہ ادنیٰ پر اعلیٰ کا قیاس درست نہیں ہے ایسا ہی اعلیٰ کا ادنیٰ
 پر قیاس ہی درست نہیں اقول سچ ہی مگر ادنیٰ کا حکم اعلیٰ سے قوی نہیں ہو سکتا ہی اور اعلیٰ کا حکم

اولیٰ سو قوی ہو سکتا ہے مثلاً اگر ایک فعل دینی مساجح ہو تو یہ نہیں کہہ سکتی کہ جب یہ فعل مساجح ہو تو فعل آخر کہ وہ اعلیٰ ہی ہے مساجح ہوگا اور سطح اگر ایک فعل مستحب ہو تو اس سے اعلیٰ کا مستحب نہ ہو نہیں بلکہ ممکن ہے کہ وہ جب ہو تو اعلیٰ نہ الفیاس بخلاف اسکے کہ جب ایک فعل اعلیٰ مستحب ہو تو اس سے اس مرتبہ واجب نہیں ہو سکتا مگر یہ دلیل زائد بلا اگر ہوگا تو مستحب ہوگا یا اس سے بھی کم نہیں یا رت قبر غیر بھی کہ اولیٰ ہی استجاب سے یحییٰ لازم کہ زیارت قبر نبی اہل علی ہی مستحب ہو جاوے بخلاف اسکے کہ زیارت قبر نبی کا اعلیٰ ہی اگر استجاب و سکا و عدم وجوب و سکا ثابت ہو جاوے اس صورت میں زیارت قبر غیر نبی بدرجہ اولیٰ واجب نہیں ہو سکتی بلکہ یہ مستحب ہوگی یا مساجح اور چونکہ نفس استجاب زیارت متبور برآباد وال ہیں یہ صورتیں بعد ثبوت استجاب زیارت قبر نبی ہی کہا جاوے گا کہ جب زیارت قبر نبی مستحب ہوگی تو زیارت قبر غیر نبی بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگی نیز وجوب نہ ہوگی و ہذا مہم اور کلام صاحب لکھنا ہم رحمہم علیہ علیک فہم فادوت ما اور دت افاد و مطلق قبور کے زیارت کی مستحب ہوئے یہ ضرور نہیں کہ زیارت قبر نبوی ہی مستحب ہو قال ایسا ہی حضرت کی قبر کی زیارت کی استجاب سے یہ ضرور نہیں کہ زیارت اور قبروں کی یہی مستحب ہو جاوے گا مانت بلکہ محتمل ہے کہ زیارت اور قبور کی مساجح ہو قبول فرما من ذین ضروری کہ زیارت اور قبروں کی مستحب ہو جائے کیونکہ نفس استجاب زیارت قبور برآباد سے معلوم ہے اور فقدان باحت سلم و فقط کلام وجوب عدم وجوب میں ہے جب زیارت قبر نبوی مستحب ہوگی زیارت اور قبروں کی بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگی اور وجوب نہ ہوگی افاد و بخیر آپ کے مثل اسکے ہے کہ لا تغربوا الصلوۃ کو لکھ کے و اتم سکاری کو چور چورے قال استفاد عبارت چور کے وجہ میں دل کہ قول ذہبہ متعلق دوسرے حدیث کو ساتھ تھالیف حدیث من زار قبری کان زارنی فی حیاتی اور کلام یہ حدیث من زار قبری حبیبہ شغل عنہ میں قول کلام ابن حبان اور سمعہ عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ من زار قبری حبیبہ شغل عنہ کی متعلق ہے قال دوم انیکہ عبارت متروکہ نہ آپ کی منفیہ طلب تھی اور نہ صاحب فعل محقق کی مفسر کی مفسر حسن و سکی ترک میں کو پھر نقد نہیں بلکہ و سکا یہ بھی کہ آپ کی منفیہ اور نہ صاحب قول محقق کی مفسر جب ہوتی کہ اس قول سے ثبوت حسن و نفی ضعف نکلتی ہوتی اور حال آنکہ یہ ممنوع ہے کیونکہ مجرب بعض کا بعض کو تقویت دینا اور اسکے رواۃ میں متعم بالکذب نہ تو ماسبب حسن نہیں

الحسين بن مهنا بن الحسن النخعي أخبرنا أبو طاهر عبد الرحمن بن أحمد بن محمد بن عبد الملك بن بشران
 أخبرنا أبو الحسن علي بن الدارقطني أخبرنا القاضي المحاملي أخبرنا عبدة بن محمد أخبرنا موسى بن هلال العبدي
 عن عبدة بن محمد بن نافع عن ابن عمر بن فروح عن نزار بن قيس وجبت له شفاعتي وبكذا أورده أبو الحسن
 في كتاب تحاف الزائر وهو عندي عليه خط مصنفه وكذلك أورده الحافظ أبو الحسين القرشي في كتابه
 الدلائل النبوية وأما روايته إلى النعمان فذكرها القاضي أبو الحسن علي بن الحسن النخعي في فوائده أخبرنا به
 شيخنا ابن الصوف والشريف أبو الحسن بسنده إليه قال أخبرنا أبو النعمان تواب بن عمر بن عبدة حدثنا
 الدارقطني حدثنا أبو عبد الله الحسين بن سعيد قال حدثنا عبدة بن محمد الوراق حدثنا موسى بن هلال عن
 عبدة بن محمد بن نافع عن ابن عمر بن فروح وأما من طريق النخعي الحافظ أبو القاسم بن عساكر في نسخة
 فقد انفقت الروايات عن الدارقطني عن المحاملي على عبدة بن محمد مصنفه وكذلك وأما غير الدارقطني عن
 غير المحاملي عن عبدة بن محمد أخبرنا بذلك عبد المؤمن بن خلف عن أبي النصر الشيرازي أخبرنا عن عساكر
 أخبرنا أبو القاسم أخبرنا أبو بكر البیهقي أخبرنا عبدة الحافظ أخبرنا أبو الفضل محمد بن إبراهيم حدثنا محمد بن
 زنجويه حدثنا عبدة بن محمد بن القاسم بن أبي مريم الوراق حدثنا موسى بن هلال العبدي عن عبدة
 عن نافع عن ابن عمر فقد ثبت عن عبدة بن محمد رواية على المصنف وعبدة بن محمد ثقة قال الخطيب
 انتهى المختص أو بعد ذلك ق ك لكتبة بن موسى بن هلال قال ابن عبد الجواد لا بأس به أما قول
 أبي حاتم الرازي فيما يجهول فلا يضر فإنه إن يريد جهالة الوصف أو جهالة العين فهو غالب الظاهر
 أهل هذا الشأن في هذا الإطلاق فذلك مرفوع عنه لأنه قد روي عنه أحمد بن حنبل ومحمد بن جابر ومحمد بن
 الحسين بن أبي حاتم محمد بن إبراهيم الطرمذی وعبدة بن محمد والفضل بن سهل بن جعفر بن محمد وروايتهم
 ينفرد بها العين فكيف برواية سبعة وان أراد جهالة الوصف فرواية أحمد عنه ترفع من شأنه لا سيما
 مع ما قاله ابن عدي فيه ومن فكره في مشائخ أحمد أبو الفرج بن الجوزي أبو اسحق وأحمد لم يكن يري إلا
 عن ثقة وأما قول العقيلي أنه لا يتابع عليه قول البیهقي سواء قال عبدة أم عبد الله فهو مشايخ
 نافع عن ابن عمر فهذا وما في معناه يدل على أنه لا علة لهذا الحديث عند عبد الله بن محمد بن أبي حاتم
 لحقوا حاله ولم من ثقة يتفردوا بشيئا لقبيل منه وأما قول ابن عدي في إسناده وجود متابع له فإنه
 قبوله وعدمه لذلك فبذلك يتبين أن قول ابن عدي في إسناده الحديث أن يكون له متابع في إسناده

صحۃ فان الحسن قسماں احدہما فی سنادہ مستور لم یحقق الہدیۃ و لیس مغفلا کثیر الخطا و لا لایحسن
سبب سبق و یکون الحدیث مع ذلک وی مثل الخوہ من وجہ آخر و اقل درجات موسیٰ بن یحییٰ

ہندہ الصفۃ و حدیثہ ہذا الثابۃ و القسم الثانی ان یکون او یہ مشہور بالصدق و الامانۃ و لم یبلغ
درجات رجال الصحیح لقصورہ فی الحفظ و هو مع ذلک یرتفع عن حال من یعد ما یتفرد بہ کما انتہی
لخصاص عبارتہ ہی و عبارت سابقہ سے تین امر واضح ہوئے ایک یہ کہ راوی اس حدیث کو نافع
سے عبید بن جریج عن عمر بن العری بالتصغیر ہیں کہ جنگی جلالت و ثنائت کتب جال میں مصرح ہو دو سکر
کہ موسیٰ بن ہلال عبدی تہمدین حدیث او یکو حسن ہی نازل نہیں ہو سکتی اور زیارہ تحقیق ان دنوں
امروں کی غنیر بے مذکور ہوگی پیشتر سے یہ کہ یہ حدیث حسن ہی اگر بیشبہ ہو کہ موسیٰ کو حق میں کلام
جرح کو کتب جال میں موجود ہیں پس حدیث او کی حسن کیونکر ہوگی تو جواب دسکایہ ہے کہ جرح
راوی حدیث کو حسن سے خارج نہیں کرتے ہر چنانچہ فاضل اگر طمعان النظر شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں

قال الزکری و حدیث بخط الحافظ ابی الحجاج بن یوسف الحسن من الحدیث مالہ من ثلثہ میں مترشح ہے
والضعیف و من طرقہ ان یکون حدروانہ مختلفا فیہ وثقہ قوم و ضعفہ آخرون و لایکون ضعیفا
بہ مفہور فان کان مفہور قدم علی توثیق من ثقہ فصار الحدیث ضعیفا انتہی اور اگر بیشبہ ہو
کہ حدیث حسن ہے میں شرط ہو کہ طریق آخر میں ہی ہر مردی ہوئی ہو اور اس حدیث کی کوئی
طریق موسیٰ سے خالی نہیں ہے پس حسن کیونکر ہوئی تو جواب دسکایہ ہے کہ حسن میں پیشتر ظہین
ہے کہ بعینہ اسی لفظ کے ساتھ دو سکر طریق سے مردی ہو بلکہ اس کے متقارب المعنی کا مردی ہو نا مردی
طریق سے کافی ہے چنانچہ طبعی خلاصہ میں لکھتے ہیں قولنا مردی من غیر وجہ بحلیل و جوابا ان مردی آیت

بعینہ باسناد اخر و ان مردی منہا باسناد اخر و ہذا الاسناد بل لفظ آخر و لایعید لتسمیۃ القسم اخیر
بالفرد الحسن فہو بالنظر الی فرد الاسناد فرد و بالنظر الی لغیر اللفظ حسن انتہی اور ماخوذ فیہ بین
یہ امر جملہ کی کمی تفسیر لک قال بلکہ ذہبی نے نیز ان میں حدیث میں رقبہ و حبستہ شفا
کو منکر لکھا اقول منکر ہونا سناد میں حسن کہ نہیں ہے بلکہ منکر و شاذ کہ جس میں مقبول ہوئی ہے اور یہی
غیر مقبول ابن الصلاح اخیر مقدمہ میں بحث شاذ میں لکھتے ہیں اذا انفرد الراوی لبتی نظر فیہ فان کا
مخالفا مارواہ من حوالہ معنی باللفظ لایکون ضعیفا کا و انفرادہ بہ شاذ مرد و ادان لم یکن

کلاسوار حال کے کتب میں منکرات میں محدود ہیں اور فی نفسہ حسن باصحیح میں پس باخبر فیہ میں
 ذہبی کا حکم نکارت منافی باو حکم حسن کے نہیں ہے کیونکہ موسیٰ بن ہلال کہ جس کے نفوذ کے سبب حکم
 نکارت کا دیا گیا نقد ہونا مسکا ثابت ہو گیا پس حدیث اوسکی منکر حسن ہوگی علاوہ یہ کہ حکم نکارت
 فی نفسہ مقدم ہے کیونکہ متابعت موسیٰ کی سلسلہ کی بھی کسلی تحریر کرتے ہیں حدیث میں جاری
 زاطا لا عمل لازیا رتی کان حقا علی ان کون لا شفیعا یوم القیامۃ رواہ الطبرانی فی معجمہ و البیہقانی

فی مالہ و ابوبکر بن المظفر فی حصرہ و موسیٰ و ایہ مسلمہ من سالم البیہقانی عن عبید اللہ عمری فی غنیۃ متابعیہ
 موسیٰ بن ہلال فی شیخہ و بیان انہ لم یفرز بالحدیث انتہی کلامہ قال صاحب بہالہ کو چلے جسے کہ یہ
 لکھیں ذہبی کی یہ کتاب میں لکھا ہے اقول کچھ ضرورت اس امر کی صاحب رسالہ کو نہیں ہے
 کیونکہ ذہبی کا قول مقاصد اور وفاء و الوفا اور درویشی سے منقول کر دیا گیا قال قطع نظر اس
 اس قول کی دلیل میں نظر کیونکہ اس قول سے کہانی روایتا مستم بالکذب کیا مراد ہے اگر میرا
 ہے کہ اسکی کسی طریق میں کوئی راوی متهم الکذب نہیں تو صریح غلط ہے کیونکہ بزار کی روایت میں عن
 بن ابراہیم غفاری واقع ہے اور ابوسکون ابن حبان نے منسوب صنع کیا ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ بعض طرق
 ایسے ہیں کہ ابوسکون وی متهم الکذب نہیں ہے تو مسلم بن عقیل صرف یہ فرقہ ویک کے لئے کافی نہیں
 اقول اگر ایک طریق ہی ایک حدیث کی حسن و جاد اور متهم فی الکذب و حملہ علی قاعدہ سے
 خالی ہو ہوتا کہ اسے کافی ہو کلام قال اور سبکی کا حسن لکھنا اگر معتبر رکھا جاوے تو ابن تیمیہ کا
 قول جو برابر اب اس سے افضل ہے بدرجہ اولیٰ اس باب میں معتبر سمجھنا چاہیے اقول ابن تیمیہ کی
 جلالت قدر و رفعت ذکر میں کیونکہ شبہ نہیں ہے مگر اس سے نہیں لازم کہ حملہ احوال اور سبکی معتبر ہو
 اور سبکی فی حکم حسن کا بغیر نقیض واقعہ کی تمہینا نہیں یا بلکہ ابوجہانیدہ و غیر احوال روایت حکم سرکا
 دیا بخلاف ابن تیمیہ کی کہ انہوں نے بغیر تحقیق و درجات روایت کی گئیہ احادیث زیارت کو نہ مین
 و موضوع لکھ دیا اسوجہ سے قول او کا غیر معتبر سمجھا جاتا ہے اسوجہ سے کہ بعد تحقیق طرق حدیث
 من زائر قری وجبت اشفا عتی کی تفصیل احوال روایت کی گئیہ میں غنبدہ و سادہ فی اسناد و

الحی برت اولہا انہ من روایۃ عبید اللہ عن ابیہا الا قول انہ عن ابیہا
 و الشافعی تقدیر التزل و سلیم انہ عن ابیہا فائدہ حاصل نہ ہوتا مستم الحسن لما ذکرنا و راجعنا ابیہا

کیوں ضعیف اس میں بذات طریق وحدہ وحاشیہ فان اجتماع الاحادیث الضعیفہ میں بذات النوع
 بقدر سیما ویوصلنا الی رتبة الحسن بمقابل باقل منه یمنین فتراهن وعلی ان جمیع الاحادیث الواحده
 فی الزیادہ موضوعہ بنسب ان حدیث اسلمی من صدوقین یقولہ فی ذلک المقالہ التي لم یبقہ البیہ عالم دار
 الاسان الی الحدیث والا غیر ہم ولما ذکر احدہم موسی بن ہلال والا غیر من رواۃ مدینہ ذیل بابا موضع
 بنی ما علمناہ فلیکن مستحسنا علی کل الاحادیث التي ہو واحد منها انہا موضوعہ ولم یقل ذلک
 عن عالم قبلہ لا ظہر علی ذلک الحدیث شئی من لاسباب المقصیۃ حکم الوضع فمن ارجی جہتہ بالانالیہ
 لو کان ضعیفا فلیکن وجہ حسن استیضاہ افاد کتب جال میں ان دونوں روایوں کی توفیق یہی
 منقول ہے وجہ بہم کو نقل کرنے اور توفیق سے چشم پوشی کرنیکی کیا وجہ ہے قال جرح بہم ہم
 اصحاب بصیرت سے نقل کی ہے اور نزدیک محققین کی جرح بہم انکی مقبول ہے اور وقت نظر
 جرح وافتیل ترجیح جرح کو موتی سے اسلئے توفیق کو چھوڑ دیا مسلم میں ہے اذا تعارض الحجج و
 التعذیل فالنقدیم للحجج مطلقا وقیل للتعذیل عند زیادۃ المعدلین انتہی اور مختصر میں واجب میں
 مستطور ہے الحجج مقدم فیل للرجح اور قاضی عضد نے شرح مختصر میں لکھا ہے اذا تعارض الحجج
 والتعذیل فالجرح مقدم وقیل بل للتعذیل فمقتنم الاصول میں لکھا ہے فی التمریر المعروف نقد علم الحجج
 مطلقا ولو کان الجرح اول فل ہو التماس انتہی اور قاضی عضد لکھتے ہیں قال قاضی البوکی لکفی الاطلاق
 فی الحجج والتعذیل فلا حاجۃ الی ذکر السبب وقال قوم لا کفی الاطلاق بل بحسب کسب قال شافعی
 لکفی فی التعذیل دون الحجج وقیل بالعلمس قال الامام ان صدر عن علم سببا کفی الاطلاق فیما والاطلاق
 فیما انتہی اور تلویح میں الحق ان الحاج ان کان نقۃ بصر سببا لہجج وواقع الخلاف مضابطا
 اذ کت قبل جرح المہم الاطلاق انتہی اقول اس کلام میں مناقشات میں اول یہ کہ جرح جرح کو ذکر
 کرنا اور اقوال توفیق کو مطلقا چھوڑ دینا خواہ جرح مقدم ہو یا توفیق قطع نظر ہو کہ غیبت ہو تک
 تسرسل باضرورت ہو محمد میں کے نزدیک محبوب چنانچہ ذہبی نیز ان الاعمال میں ترجمہ ابان
 بن نیر الی الطار میں تحریر کرتے ہیں قد اور وہ ایضا العلانۃ البوالفرج ابن الجوزی فی الضعفاء
 اور جرح کی توفیق انتہی پس اس الزام چشم پوشی کا
 توفیق جرح و توفیق دونوں کو ذکر کرتے بعد از ان

جرح کی ترجیح تہ کہ مضائقہ تھا ورم کہ جمہور فقہ احنفینہ وغیرہ فقہ جمہور محدثین بخاری و مسلم کا مذہب
 کہ جرح جمہور یعنی حسین بن بیان سبب جرح نہ مقبول نہیں اور یہی مذہب صحیح و متواتر عقیدین کے نزدیک ہے آئین اصلاح باختر
 مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں التعلیل مقبول من غیر کہ سبب علی الذہب بالصحیح لان اسباب کثیرہ یصعب کما ولایا
 فلا یقبل الا مفسرین السبب لان الناس یخلفون فی ما یجرح و لا یجرح فیطلق احدہم الجرح بنا و علی ما یستند
 جرحا و لیسین حجج فی نفس الامر فلا بد من بیان سبب لیتظرفیہ ہو جرح ام لا و ہذا ظاہر تقرری الفقہ و موطا و تواتر
 الحافظانہ مذہب امامتہ من حفاظ الحدیث و نقادہ مثل البخاری و مسلم و غیرہما و لہذا لکس الجرح بخاری و مسلم کما تہ
 غیرہ الحجج فہم فکر متہ مولیٰ ابن عباس کما ہل بن ابی ہاشم علیہ السلام بن زروق و غیرہم حج مسلم بن عبد الجبار
 الطعن فہم و کلمہ فعل بودا و و ذلک ال علی انہم یقولون ان الجرح لا یثبت الا اذا ہر سبب انتہی آدھا
 زین الدین عراقی شرح الغنیہ میں لکھتے ہیں اختلف فی التعلیل الجرح بل یقبلان واحدہما عن ذکر
 اسبابہما لا یفایان الا مفسر علی اربعہ اقوال الاول و ہر الجرح لہستہو التفرقة من التعلیل الجرح بنا
 التعلیل الفصل من غیر ذکر سبب اما الجرح فلا یقبل الا مفسرین اسباب لان الجرح یحصل بامر و ہذا لا یثبوت و کما
 و القول الثانی عکس القول الاول حکما صاحب المحصول و غیرہ و نقلہ امام الحرمین فی مالہ لان للنظر فی
 فی المنحول بتعالی عن القاضی ابی بکر و القول الثالث انہ لا بد من ذکر سبب لعدالۃ و الجرح مع احکامہ الخطیب
 و لا یجوز ان القول الرابع عکسہ نہ لا یجوز کہ سبب احدہما اذا کان الحاجج او اعدل عالم البصر
 و ہر وقتیا القاضی ابی بکر و من حکاہ عنہ النظر فی فی المستصفی خلاف ما حکاہ عنہ فی المنحول ما ذکرہ عنہ
 فی المستصفی ہر لدی حکاہ صاحب المحصول الامری ہر و ہر و عن القاضی کما رواہ الخطیب فی الکفایۃ
 و القول الاول ہر لدی نفس علیہ الشافعی و قال الخطیب ہر الصدوق عندنا انتہی لمخصا او مختصر من ہر
 میں التعلیل التعلیل من غیر ذکر سبب لا یقبل الجرح الا مفسر الاختلاف انما فی سوجہ ہر الجرح لہستہو التفرقة
 و ہر قال الشافعی انتہی او کشف الاسرار شرح ہر ہر و ہر سین اما الطعن من کہ الحمدیشہ فلا یقبل
 مجمل الامی ہر ہر بان یقول ہذا الحدیث غیر ثابت او نہ کار و فلان متروک الحدیث او اسباب حدیث
 او تجرح الخیر اعدل من غیر ان یدکر سبب الطعن ہر ہر ہر غایتہ الفقہاء و المحدثین تنہی او من
 انہام تحریر ان مصلو میں ترہیم کہتے ہیں ہر ہر الفقہاء و ہر ہر الخفینہ و ہر ہر لا یجوز انہ الامامینا بالاعتدال
 و یقبل لقبلہ و قبل منہما و قبل لا فہما انتہی او سبب العلوم شریح تا زید بن لکنت میں قائل ہر الاما لافان

فی الخیر ان فقط العلم بمخرج العداۃ انما کما لا یخرج فان له اسبابا بشریة ونبیة اخلاص فلا یعتد علی قدمه
 و نہا جو مذہب مجہود و ہوا الصحیح عند المصنف و غیرہ انتہی اور اس طرح خلاصہ طبعی ہر شرح مشکوٰۃ طبعی
 اور فتح الباقی و غیرہ میں یہ ان عبارات کو ملاحظہ کیجیے اور از علان اس مرکز کافر مائی کہ عدم مقبول
 جمع بہم مذہب بخاری و سلم و ابو داؤد و اکثر حفاظ حدیث کا یہ اور یہی مذہب خفیہ و محققین
 شافعیہ کا یہ اور یہی صحیح مختار ہے اور اسباب خمس باب میں ضعیف و غیر مقبول عند مجہود
 ہیں بغیر وسعت نظر کی دعویٰ اس امر کا کہ نہ کہ حج تعدیل پر مقدم ہوتی یہ شان علماء اسی نہایت
 مستبعدہ معلوم ہے کہ تقدیم حج بہم باب البصیرت مذہب بعض کا یہ قاضی عصفہ نے
 اسکو امام کی طرف منسوب کیا اور ابن ہمام اور ابن عوالمی وغیرہ اسکو قاضی ابو بکر کی طرف منسوب
 کیا لیکن یہ جو محدثین اسکو مختار نہیں کرتے ہیں اور خلاف صحیح لکھتے ہیں جیسا کہ عبارات سابقہ
 سے واضح ہوا شمس الدین سخاوی فتح البصیرت شرح الفیۃ الحدیث میں یہ تحریر کرتے ہیں قال
 القاضی الذہبی یقول عندنا ترک الکشف عن لک ذاک ان الجاح عالمنا کما لا یحب استفسار العلماء
 عما بہ ما عندہ المذکر ہذا و نفاہ الخطیب یفاہ ذلک بعد تقریر القول الاول الذی صدقہ و
 بالجملۃ فہذا خلاف ما اختارہ ابن الصلاح فی ذلک الحج اہم القبول انتہی اور کچھ العلوم شرح بحر میں
 لکھتے ہیں قائل بغی فیہم الاطلاق من الجاح ذی بصیرۃ و ہونہ مذہب القاضی علی حق تنزل علمہ
 مقام بیان و جوابہ فی الحج ما تقدم من الاختلاف فی الاسباب یجوز ان یرحمہ اللہ قاضی قاضی قاضی
 لا ینافیہ العلم والعداۃ فاذا انما فیہ حسب مذہبہ انتہی اب ہم آپ سے استفسار کرتے ہیں کہ آپکو
 موافق جمہور کے فتویٰ دینی پر اصرار ہے جسے کہ باب زیارت میں قول احتجاج کو جو جمہور کی طرف
 منسوب کبر دیا اور اس پر فتویٰ دیدیا اور باب حج میں قول جمہور کو جو دیا اور مذہب بعض
 کو جسکا جمہور جواب دیتے ہیں اور عندہ من کرتے ہیں اسطے اصلاح اپنے کلام کے اختیار کر لیا
 پس اب زیارت میں قول جمہور کما ان سے پیدا کیا اور باب حج میں قول جمہور کو سطر چلا گیا
 ان نہا شے عجاب چہا رقم ہے کہ تقدیم حج بوقت قمار من حج و تعدیل جو اپنے سلم و قنبر
 وغیرہ سے نقل کیا ہے اور میں آپکو بڑا اشتباہ واقع ہوا ہو جسے کہ یہ حکم اس مذہب
 پر ہے جس میں حج بہم مقبول ہوتی ہے نہ جمیع مذہب پر اور ہر تقدیر عوام مقبول حج

بہم جو کہ مذہب شمار ہے تعدیل مقدم ہے چنانچہ بحر العلوم شرح تحریر میں تحت قول ابن ہمام کی
 اذا تعارض الحج والتعدیل فالمرکب فیہ مذہبان تقدیم الحج مطلقاً وھو المختار والآخر التفصیل
 میں یہی سادی المعدلین الحاجرین کہند کہ تفاوت فتیر حج الاکثر الخ کہتے ہیں علم ان اشق الاول
 لاتیاق علی مختار الاکثر من عدم قبول الحج بدون بیان کہ بابت نہی اور ملا علی قاری شرح شرح منجبتہ
 الظہر میں کہتے ہیں ملاحظہ ای محل تقدیم الحج علی التعدیل اذا صدر رای الحج مبنا ای مفسر اس عبارت
 بالہ ای الحج لانه ان کان غیر مفسر لم یقدح فی من ثبتت عدالۃ انتہی اور فتح المغنی میں بحث نقل
 عراقی کی وقد مر الحج التوقیفی بقید الحكم بتقدیم الحج بما اذا فسر اما اذا تعارض من غیر تفسیر فانه
 یقدم التعدیل قال المرئی وغیرہ انتہی اس سے صاف اُضح ہو کہ تقدیم حج اور وقت ہے وجوب
 حج مفسر ہو اور اگر حج والتعدیل دونوں بہم ہوں حج مردود ہو جاوے گی اور تعدیل مقبول کی جاوے گی
 پس خبیج مبرہ جو اپنے قول محقق میں روایت کی حق میں نقل کہیں وجوب مردود ہیں اور تعدیل صحت
 جو کلام بہم نہیں مسطور ہیں وہ سب مقبول ہیں بخم یہ کہ جو قائل اس امر کا ہے کہ حج ارباب بصیرت
 اگر بہم ہو مقبول ہے وہ اس امر کا بھی قائل ہے کہ تعدیل بہم بھی ارباب بصیرت کی مقبول
 ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بعد لیں کہ چند اقوال کلام بہم میں منقول ہیں ارباب بصیرت ہیں
 جیسا کہ جارجین بقول آپ کے ارباب بصیرت سے ہیں پس اس صورت میں حج کو مقدم کرنا گسر
 کتاب میں ہے ان اگر حج بہم ارباب بصیرت کی ہوں اور تعدیل غیر ارباب بصیرت کی
 ہوں تو البتہ حج مقبول ہو سکتی تھی افادہ ملاحظہ ابن حبر ان لہذا ان میں بعد نقل کلام
 ابو حاتم و عقیلہ کی کہتے ہیں قال اولاً الحج تعدیل پر مقدم ہوتی ہے پس ابو حاتم و عقیلہ کہ
 اصحاب بصیرت ہیں اولی حج مقدم ہوگی تا نیا یہ کہ بعد نقل کہنے توفیق کے جو کلام خالی
 حدیث میں بخاری و ترمذی و حبیثہ شفاعتی میں ابن حبر نے نقل کیا اور سکو صاحب سالہ نے اہل
 خیال سے چوڑ دیا کہ اگر وہی کہیں گے تو اپنے مطلب کے خلاف ہو جائیگا اقول حج کو مقدم کرنا
 حال ابی منکشف ہو گیا تعجب ہے آپ کہ باوجود دعوی ہمارت فن حدیث کے باوجود مقدم حج کا اند
 قبول حج بہم ارباب بصیرت کا دینی میں اور کتب فن کو ملاحظہ نہیں فرماتے کہ ان میں کیا الگ کیا اور
 بقیہ عبارت ابن حبر کے چوڑ دینی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تفسیف بہم عبد اللہ عمری مذکور ہے اور حج

مبہم مقبول نہیں اور یہی اس میں حدیث مذکور کو منکر لکھا اور تجارت منافی حسن نہیں ہے پس
 اس عبارت کے نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی قال اس عبارت سے چند امور ثابت ہو گئے اول یہ کہ
 ابن قطان نے کہا کہ حق یہ ہے کہ موسیٰ بن ہلال کی عدالت ثابت نہیں ہوئی اور واقطنی نے کہا
 کہ وہ مجہول ہے دوم یہ کہ روایت مذکورہ عبد اللہ مکبر سے ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے
 نہ عبید اللہ صفر سے معلوم ہے کہ عبد الحق کا لقب ابن القطان نے کیا ہے چارٹھ یہ کہ ابن خزیمہ
 اور دولابی نے اس حدیث کو مستکر جانا ہے اقول اعراف الرجال بالحق لا الحق بالرجال النظر
 الی ما قالہ لا نظر الی من قال یہاں جو عبارت ابن حجر سے ثابت ہوئے آپ کو مفید ہیں اور نہ معاملہ
 میں مگر لیکن امر اول اس واسطے کہ یہ ابن القطان جو جامع سے ہے معلوم نہیں کہ کون ہے علاوہ یقین بلکہ
 متوطن کو قول ابن القطان مکتب سے ہو گا اور نیز ان میں ایک بن قطان کو جواب جرح میں شنگاہ نام تھوڑا
 جو میں اکثر معتبر نہیں کہیں ہیں ابن قطان دیگر کا قول متبادلہ ہم غیر کے کیونکہ مقبول ہو گا نیز ابن عدل بن حنفیہ
 ابن سلم بن یزید قال ابن القطان لا یعرف له حال قلت لم اذكر هذا النوع في كتابي بذالان ابن القطان
 بن حجر في كل من لم يقبل فيه امام عاص ذلك الرجل او اخذ عن عاصره ما يدل على عدالته وفي اي حین
 هذا النمط کثیر دن ما وضعهم احد ولا هم بجاہل انتہی اور یہی ترجمہ مالک مصری میں لکھتے ہیں
 قال ابن القطان ہوں میں لم مثبت عدالتہ بریدانہ مانص احد علی اندلقتہ فی رواۃ الصیح عدد کثیرا
 علمنا ان احدا وثقہ انتہی پس معلوم ہوا کہ قول ابن القطان کا موسیٰ کو حق میں لم مثبت عدالتہ کچھ ضرر
 نہیں کرتا ہے اور واقطنی کا مجہول کہنا محض غلط ہے جو یہ کہ موسیٰ بن ہلال سے سات تفاوت کہ
 اونکو امام احمد میں روایت کرتے ہیں اور جہالت دو محض کی روایت مرفوع ہو جاتی ہے جیسا کہ ابن
 عبد البر مستدرک شریع موطا میں بابہ فی الوضوء مما مست النار میں لکھتے ہیں زعم قوم ان عبد الرحمن
 بن زید الانصاری مجہول و هذا محال من قائلہ لان عبد الرحمن بن زید بن عبد الرحمن بن زید بن عقیقہ بن
 کریم الانصاری قدر روی عنہ رجال کہا موسیٰ بن عقیقہ دیکھیں کہ شیخ و عمر بن یحییٰ و اساتذہ میں
 زید اللیثی و من وی عنہ ثلاثہ و قبل اثنان لیس بن سول انتہی اور واسطے توثیق و تعارض موسیٰ
 اسبقہ کافی ہے کہ امام احمد نے کہ غیر تھوڑے ہی روایت نہیں کرتے ہیں اور نسے روایت کی ہے اور تواتر
 جو غلطی سے روایت نہ کہ تباہ کسی آدمی سے تعدیل آدمی بدال ہے اس وجہ ابن عدلی تعدیل عمرو

ابی عمر المدنی کے سبب روایت مالک کے لی جیسا نچہ تہذیب الکمال میں ہو قال بن عدی باس بہ
 لان مالک راوی عنہ ولا یروی مالک الا عن ممدوق ثقہ انتہی اور سجاد تحت قول عاتق کو نہیں تعدیلا
 علی القول الصحیح روایت العدل لکھتے ہیں ہذا لکھ قال اکثر العلماء من المحدثین القول الثاني انه تعدیل
 مطلقا والقول الثالث التفصیل فان علم انه لا یروی الا عن عدل کانت وایتہ عن الراوی تعدیلا
 والا فلا وہذا هو الصحیح عند الاصولیین کالسیف لا تدی وابن الحاجب وغیرہ جامل فزہب الیہ سبع
 من المحدثین والیسئل الشیخین وابن خزیمة فی صحاحہم والی کم فی مستدرک انتہی اور یہی لکھتے ہیں ابن
 لا یروی الا عن ثقہ الا فی النادر الامام احمد و تقی بن مخلد و سلیمان بن حرب و شعبۃ و اشعثی و عبد
 بن ممدی و مالک و یحیی بن سعید یقطان انتہی اور شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ نے بھی تصریح
 اس امر کی کی کہ احمد غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے تو جیسا نچہ سبکی اشفا و الاسقام میں تحریر کرتے
 ہیں قد صرح الخصم بذلك فی الكتاب الذی صنفه فی الرد علی البکری قال ان العالمین بالجرح
 والتعدیل من علماء الحديث نفعان منهم من لم یروا الا عن ثقہ عنہ کمالک و شعبۃ و یحیی بن سعید
 وابن ممدی و احمد بن حنبل و كذلك النجاری و امثالہ وقد کفانا الخصم بهذا الكلام مؤتہ تبیین ان
 احمد لا یرو الا عن ثقہ و لا یبقی له مطعن فیه انتہی اور امر ثانی کا جواب یہ ہے کہ روایت حدیث کو
 عبید اللہ عمری سے ہونا یا عبید اللہ عمری سے ہونا مختلف فیه ہے لیکن سبکی نے روایات بہت سی ہذا
 سے ایضاً ثابت کر دیا کہ یہ روایت عبید اللہ عمری سے ہے جیسا کہ عبارت اوئی مابقا منقول ہو
 اور یہی سبکی نے تحریر کیا ہے و رواہ من موسی بن ہلال غیر عبید جاتہ منهم جعفر بن محمد قال القلیل
 فی کتابہ حدیثنا محمد بن عبید اللہ الحضرمی حدیثنا جعفر بن محمد حدیثنا موسی بن ہلال عن عبید اللہ
 عن نافع عن ابن عمر فروع عن ابن ارقبری و حبیب لہ تفاعلی کہذا رایتہ فی النسخۃ عبید اللہ و منهم
 محمد بن اسمعیل بن سمرۃ الاحمسی اختلف علیہ فروی عنہ یصفہ اکمار و اہ غیرہ و یروی عنہ کبار و اکابر
 قال ابن عدی فی الکامل و كذلك کتب الی عثمان بن محمد بن مکہ انه قرأ علی الحافظ یحیی بن علی بن
 الفضل قرأ علیہ القدوسی ابو القاسم حمزۃ الخزومی قال لا اجزنا ابو طاهر لم یفرقنا ابانا جاتہ عن حمزۃ
 عنہ اجزنا ابو ابراہیم خاتین اجزنا سلیمان بن ابیہ بن محمد بن عبید اللہ اجزنا عبد اللہ بن ابی ہاشم بن ابی ہاشم
 حدیثنا محمد بن اسمعیل الاحمسی حدیثنا موسی بن عیسیٰ حدیثنا عبد اللہ و فیہ و اقول یحیی بن علی القاسم بن ابی ہاشم

و ذکر ان الصواب عبید اللہ و ایت فی تاریخ ابن عساکر بخط ابی عبد اللہ المحفوظ عن ابن ہریرہ عبید
 و قال ابن عدی فی الکامل فی ما انبأنا جماعۃ بالاسناد المتقدّم الی عبد اللہ الصالح و فی ما قالہ لفظ والد
 یخرج ان یكون عبید اللہ لثنا فر و ایات عبید بن محمد کلما و بعض و ایات ابن سمرہ و ما سئل
 من متابعیہ البیہقی موسی بن ہلال انتہی لخصاً اور بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ روایت حدیث نہ
 عبد اللہ سے ہی بھی کہ غیر نہیں اس واسطے کہ یک طائفہ نقاد فن نے توثیق اس کی ہی پس حرج
 دوسرے طائفہ کی مقبول نہوگی چنانچہ سبکی تحریر کرتے ہیں علی ان عبد اللہ المکبر روی لہ مسلم مقول
 اذیرہ و قال احمد صالح و ابو حاتم رایت احمد بن حنبل محسن الثناء علیہ قال یحیی بن معین لیس یہ یکتب
 حدیث و قال ابن زنی نافع صالح و قال ابن عدی لا یاسن صدوق و قال ابن حبان کان من غلبہ اصلاً
 حتی غلبہ عن ضبط الاخبار و جودہ حفظ الآثار فرفع المناکیر فی رواۃہ فلما فحش خطاؤہ استحق الترتیب
 و ہذا الکلام من ابن حبان یعرفک نہ لم یطکر فیہ لخرج فی نفسه و انما ہو لکثرة غلطہ و اما حکمہ باحقاق الترتیب
 فمخالف لاخر اچھ مسلم لہ فی المتابعات و لیس ہذا الحدیث فی منظرۃ ان یحیی فیہ التباس علی عبد اللہ
 لانی سندہ و لانی سندہ فانہ فی نافع کما سبق و متن الحدیث فی غایۃ القصر و الوضوح فاحتمال خطائہ
 فیہ عبید و السواء جمیعہم الی موسی بن ہلال ثقات انتہی اور امر ثالث کا جواب یہ ہی کہ تعاقب ابن
 قزمان کا عبد الحق کے سکوت کا اسبب یہ ہی کہ اس کے زعم میں موسی بن ہلال ضعیف ہی پس جب سبکی
 کی توثیق بعبارات سابقہ ثابت ہوئی اور انکا تعاقب کیا ضرر کر گیا اور امر رابع کا جواب یہ ہی کہ مجرد
 نکارت قاضی نہیں کما تفضیلہ افادہ و فاء الوفا باخبار الدار المصطفیٰ میں ہی الخ قال ابن ہلال
 پر کلام ہی عبید و جودہ اول یہ کہ بیان پر صاحب سالہ نے بظن غالب تحریف کی ہی اس نظر سے
 کہ ظاہر ہو کہ یہ سناد موسی بن ہلال سے خالی ہی لکھتا ہی و رواہ جماعۃ غیر موسی بن ہلال منہم
 جعفر بن محمد حدیثنا محمد بن ہلال البصری عن عبید اللہ مصغراً و حال آنکہ اصل عبارت یون
 ہوگی و رواہ جماعۃ غیرہ عن موسی بن ہلال البصری عن عبید اللہ مصغراً منہم جعفر بن محمد المروزی
 حدیثنا موسی بن ہلال عن عبید اللہ مصغراً اگر کوئی کہے کہ شاید اس نسخہ میں جس سے صاحب سالہ
 نقل ہی یہ عبارت اوی طور پر جو جوابا و سکا یہ ہی کہ اگر بالفرض اس نسخہ میں ایسا ہو تو وہ نسخہ
 محض غلط ہی کیونکہ عبارت لسان ہی صراحتاً ثابت ہوا کہ جعفر بن محمد و محمد بن اسماعیل نے اس نسخہ

موسیٰ بن ہلال سے اخذ کیا ہوا قول یا بالذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من النطن ان بعض النطن قم
 جس نسخہ سے صاحب کلام مرہم نے نقل کیا او سمین و سیبی عبارت تہی جیسے منقول ہوئی
 اگر وہ غلط ہو تو کہ صاحب کلام کو ضرر نہیں ہوا اور غلط ہونا اسکا ایسا اثمن ہے کہ او سمین
 بالفرض التقدیر کما جادری قال ثم یہ کہ سبکی نے جو عبد اللہ مصنف کو ترجیح دی سو اسکا
 جواب لسان المیزان میں بخوبی ظاہر ہو گیا اقول لسان میں ابن خزیہ سے نقل کیا شد
 ان کیون نہ از من حدیث عبد اللہ اور ارقطنی اور عقیلی کی روایت سے عبد اللہ نقل کیا
 حال آنکہ سبکی نے نسخہ معتبرہ سے روایت ارقطنی و عقیلی سے عبد اللہ نقل کیا اور اس
 امر کا سبکی و انکار نہیں کہ بعض طرق اس حدیث میں عبد اللہ واقع ہو گئے توجہ میں ہوا قال
 شوم سبکی جو کہ کتاب و منہم محمد بن اسماعیل بن ہمرہ و اختلف علیہ عمل کلام ہے کیونکہ او پر معلوم
 ہوا کہ ابن خزیہ نے بلا واسطہ محمد بن اسماعیل سے عبد اللہ کبر روایت کیا ہے اور ایسا ہی ابن
 عدی نے بواسطہ محمد بن ہروی حلوانی کے پس معلوم نہیں کہ سبکی کہاں سے ابن ہمرہ و اختلف
 بیان کرتا ہے اقول میں علم حجتہ علی من لم علیہ عبارت سبکی یہ ہے و منہم محمد بن اسماعیل بن ہمرہ
 و اختلف علیہ فروی عنہ مصنف اکمار و ادغیہ اخیر نا ذلک عبد المؤمن وغیرہ اذنا عن ابی نصر
 علی بن الحسن الحافظ اخیر نا اسماعیل بن محمد بن الفضل الحافظ اخیر نا احمد بن علی بن خاتم اخیر نا
 ابو القاسم بن حبیب اخیر نا ابو بکر احمد بن نصر بن کمال النجاری اخیر نا ابو عبد الرحمن بن عبد اللہ
 بن عبد اللہ اخیر نا محمد بن اسماعیل الہمدانی عن موسیٰ بن ہلال عن عبد اللہ و روی عنہ کبر نقی
 جارم سبکی نے جو یہ کہا و تحیل ان موسیٰ بن ہلال عن عبد اللہ و عبد اللہ عن عبد اللہ بن عبد اللہ
 احتمال کو بعد نقل کے رد کیا ہے حیث قال التحیل ان قال ان کان عند موسیٰ عن ابی ہلال
 و عبد اللہ و فیہ بعض الفقہاء الی ترجیح مثل ذلک و قد قال ابی الفیصل مثل ذلک فی اشہد
 بالخط و الا لسان فاما مثل موسیٰ بن ہلال فیتوقف فی ذلک اما تواتر ہذا مائل
 من متابعہ مسلم بن سالم و الظاہر الذی لقی فی النفس ان عندہ عن عبد اللہ اقول
 سبکی اس امر کا جزا مدعی نہیں ہے کہ موسیٰ نے دونوں سے روایت کی بلکہ احتمالاً بیان کرتا ہے
 اور یہ احتمال کلام ابن ہمرہ سے مرفوع نہیں کہا ہوا ظاہر میں ادنیٰ تدبر قال سبکی نے

جو یہ کہا کہ المکبر قال احمد صالح الخ جواب اسکایہ کہ تہذیب الکمال وغیرہ میں کہا ہے قال احمد کان یزید
فی الاسانید و یخالف و کان یحیی بن سعید یضیف الخ اقول حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں
عبد اللہ کی توثیق کی ہے بہت اقوال نقل کیے ہیں قال ابو طلحہ عن احمد لاباس بہ قدر وی عنہ و عن
لئیس مثل الخ عبد اللہ و قال ابو حاتم رایت احمد بن حنبل بحسب الثناء و علیہ و قال عثمان الدارمی عن
ابن معین صو لیح و قال ابن ابی مریم عن ابن معین یسرق باس کتب حدیثہ و قال یعقوب بن شیبہ ثقہ صدوق
فی حدیثہ اضطراب و قال ابن عدی لاباس بہ فی روایاتہ صدوق و قال العجلی لاباس بہ و قال ابن عثام
الموصلی لم یرکہ احد الا یحیی بن سعید و زعموا انہ اخذ کتب الخ عبد اللہ فرواہا و آدرہ یعقوب بن شیبہ
فی سندہ حدیثاً فقال ہذا حدیث حسن الاسناد و قال فی موضع آخر جو رجل صالح مذکور بالعلم و الصلاح
و قول ابن معین فیہ نہ صو لیح انما حکا کذا عنہ اسحق و اما الدارمی فقال عن ابن معین صالح ثقہ انتہی المختصا
پس یہ سب اقوال تعدیل کے جواب ب بصیرت سے منقول ہیں جرح مبہم پر مقدم ہونگے کما تر تفصیلہ اور اگر
اسی جرح مبہم مقدم ہو کرے تو بہت مسائل شرعیہ میں خلل واقع ہو جائیگا ملاحظہ کیجیے کہ حدیث
قاتلین کہ تحقیقین او سکون صحیح کہتے ہیں اور حدیث لا تفعلوا الا بغتاۃ الکتاب کہ محدثین او سکون متبرک
ہیں ان دونوں کی سندوں میں محمد بن اسحق واقع ہو اور اسکی شان میں کتب جال میں کیا کیا
وارد ہوئے ہیں جو کہ اقوال توثیق او سکون میں واقع ہیں اور اقوال جرح مبہم غیر موجبہ میں اسوجہ جرح
کا اعتبار نہیں کیا گیا اور حدیث الماء طہور لا یخمسہ شئ الا ما غیر لونہ او طعمہ اور یحی ارباب تحقیق کو فریب
حسن ہو حال انکما و سکون سندین مشکو فیہ واقع ہو و علی ہذا القیاس بہت احادیث کہ صحاح سند میں بلکہ
صحیح بخاری میں مروی ہیں او سند اندکبار ہیں اونکی سند میں مجروح واقع ہیں بلکہ اگر الیسی باب
اعتبار جرح مفتوح ہو جائے تو خود امام محمد بن نجاری پر جرح واقع ہو گئیں پس جرح کو مقدم کرنا لازم
پڑ گیا اور دین میں فساد واقع ہو جائے گا قال ششم یہ کہ سبکی نے جو یہ کہا و اما بعد قول ابن
عدی فی موسی و وجود متابع فانہ یقین قبولہ جواب اسکایہ کہ کہہ تول ابن عدی محاضیر ساتھ
قول ابو حاتم و عقیلی و دارقطنی و ابن قطان کے علاوہ اسکے جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے اقول
نہ جرح مبہم نہ ہا کہ فقہاء و محدثین مرد و مرد ہوتے اور تعدیل او سپر مقدم ہوتی ہے پس موسی کے
حق میں قول مدین کا مثل ابن عدی غیر کے مقبول ہے اور قول جارحین کا اگرچہ عدد کثیر ہوں

بغیر بیان سبب رد و وجہ **قال** اور متابعت ظاہر متابعت سلم بن سالم چینی کی مراد معلوم ہوتی ہے پس جب تک سلم کا اون کوگون میں نہ ہونا ثابت نہ ہو جائے تکلی متابعت معتبر ہوتی ہے تب تک یہ متابعت مفید نہیں کہتی کیونکہ ابن ملاح ہول حدیث میں لکھتا ہے کہ ہر شخص لائق اسکے سننے کا ہو سکی متابعت معتبر ہوا **قول** متابعت مخرج من فقط لکارت اور نفرو موصی کی وضع کیونکہ معتبر کی جاتی ہے نہ واسطے توثیق حدیث کی کیونکہ وہی خود ثقہ ہے اور حدیث اسکی صحیح مبین ہے اور متابع کو مطلقاً ثقہ مخرج نہیں بلکہ جو راوی کہ متهم بالکذب ہو اس کے متابع کو قوی ہونا ضرور ہے اور جو راوی کہ متهم بالکذب ہو بلکہ مخرج بعض حفظ یا اضطراب وغیرہ ہو وہ اس کا متابع ہی اگر مثل اسکے ہو گا اسکی متابعت واسطے تقویت حدیث کے کافی سمجھی جاتی ہے بخلاف تفتح المغیث میں کہتے ہیں تقدم فی فقرہ حسن لغیرہ ان الضعیف الذی ضعفه من جهة فله حفظ لا یؤثر و کثرة غلط لاس من جهة اہتمامہ بالکذب و راوی شاید آخر لفظ فی الروایۃ ارفعی الی درجۃ الحسن نیز دل عنین مخرجت من ہو حفظ الراوی و یقتضی کل منہا بالآخر انتہی ہا و رسمو کو جن کو کون مخرج کیا ہے انہوں نے سبب حفظ و اضطراب ہند و عدم متابعت وغیرہ کی مخرج کیا اور کسی نے اسکو متهم بالکذب نہیں بنایا پس تابع اس کا اگر درجات نیچے تک نہ پہنچا ہو بلکہ مثل اسکی سور حفظ وغیرہ میں ہو اسکی متابعت بھی مفیدی حدیث ہوگی غلا وہ یہ کہ مسلمہ کے حق میں ابن المیزان بلہیں ثبوت لکھا ہے اور ابن حبان اسکو کتاب الثقات میں ثقات میں داخل کیا پس مسلمہ کے حق میں جرح بہم و تعدیل متعارض ہوئیں فیقدم التعدیل و الجرح لما ساء بافا و افاد اور بھی فاراد الوفا میں ہے روای الزہراری عن طریق عبد اللہ بن برہم القفاری عن حماد بن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابن عمر عن عاصم **قال** اولاً عبد اللہ بن برہم اور عبد الرحمن بن کثیف لسان و فہم ہو گیا تا نیا نیز یہ شریعت میں مرقوم ہے عبد اللہ بن برہم نے ابن حبان کی وضع الحدیث اور نیز ان میں ہر نہ ابن حبان الی انہ یقع الحدیث و قال ابن عدی عامۃ ما یرویہ لا یتابع علیہ الخ اور عبد الرحمن بن زید کی بہ نسبت تخریج شریعت میں لکھا ہے **قال** الحاکم روای عن ابیہ حدیث موزعۃ الخ **اقول** سبکی فی شفاء المین لکھا ہے عبد اللہ بن برہم مولف غفاری روای ابو داؤد و الترمذی و قال ابو داؤد و الترمذی حدیث و قال ابن عدی عامۃ ما یرویہ لا یتابع علیہ الثقات و قال الزہراری

الشيخ ابو محمد بن کتا بن عینہ نے قال ہو ملک بن انس عن عبد الزراق انه قال هو العمري الزاهد
 ومو عبد الله بن عمر بن حفص بن غاصم بن عمر وقال المنظر اراد بالعمري عمر بن عبد العزيز صاحب صحاح بار واه
 الترمذي وذكر في المتن ان ابن عبد العزيز بن ابي اسام انتهى اور طاعلي فارسي مرقاۃ المفاتیح شرح
 مشکوۃ المصابیح میں تحت وشد عن عبد الزراق کی کتبہ میں قال الطیثی علی ما لعل لمانی شرح الشيخ
 التورستی کما سیاتی وان اریدہ طابقہ ایاہ قبری وشدتہ للکلام سابق وانہ بدیع القواعد عبد الزراق
 تامل قلت ویکمل ان کیوں عنہ قولان ایضا انتهى اور بعد ایک سطر کے کتبہ میں قال التورستی
 ذکر الشيخ ابو محمد بن کتا بن عینہ انه قال ملک بن انس عن عبد الزراق انه قال هو العمري الزاهد ومو عبد الله بن
 بن عمر بن حفص بن غاصم بن عمر وقال المنظر اراد بالعمري عمر بن عبد العزيز صاحب صحاح بار واه الترمذي
 قال الطیثی وقال بن ملک اراد بعمر بن عبد العزيز الخلفه قبل العمري نسبة الی عمر بن الخطاب بن
 ابن نبته وقيل هو عبد الله بن عمر بن حفص بن غاصم بن عمر كان من العلماء الا سجنين انتهى ان عبارت
 واضح ہو کہ بعض نے عمری کہ جسکو عبد الزراق اور سفیان نے مصداق حدیث پوشک الناس الخ
 بنایا ہے مراد عبد الله بن عمر العمري جو راوی حدیث میں زار قبری حبیبہ شفاعتی ہے یہاں ہے
 اور بعض نے عبد العزيز عمري کو تجویز کیا اور بعض نے عمر بن عبد العزيز کما علی لفظ اولی کے قول
 توثیق عبد الله عمري کے ثابت ہوئی افاد عبد الله بن عمر العمري کے توثیق سابق منیر
 اصدا کاشف اور وفاء الوفاس سے منقول ہوئی قال نفیر ورجاع ترمذی اسکامام احمد
 بن سعید اور علی بن ابی بنی اور یعقوب بن شیبہ اور ابی سے ضعف اسکا ہی ثابت ہوا اور حج
 تعدیل پر مقدم ہوئی ہر قول توثیق اسکے کلام امام احمد ابو یحییٰ بن معین اور ابو حاتم اور ابن عساکر
 اور داعی اور یعقوب بن شیبہ اور علی اور ابن عساکر وغیرہ ابی حاتم ہو چکی اور تعدیل حج بہم مقدم
 ہوئی ہے قال مخفی نسبت کہ ہتمام بر صاحب سالہ نے مسلمہ بن ابی جہنی کی توثیق مطلقہ نہیں
 کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا غیر لفظ جو تاسلم کر لیا اقول چونکہ حاجت توثیق مسلمہ بن
 زہبی جیسا کہ سابقا لکھ چکا لہذا کلام بہم میں توثیق کو ذکر نہ کیا اور اس سے تسلیم کر لینا لازم
 تھا افاد اس حدیث کی حسن میں کبیر کا شبہ بخیر ہے قال اس حدیث کی راہ
 میں مسلمہ بن ابی جہنی موجود ہے اور اسکا ضعف صاحب سالہ نے ہی تسلیم کر لیا ہے اس حدیث کو

سن بلکہ کچھ کنا کمال تمام عجیب **اقول** یہ حکم قطعی قرار ہے جس جملہ سے صاحب کلام منہم کی تسلیم
 معلوم ہوئی ہے اور سکوت تو بیشک مسلمہ ہے جو موجب واقعہ ہو چکا کہ اسی گندھیکا اور حدیث کی
 مطلق حسن نے جو میں ثقہ ہونا راوی کا شرط نہیں ہے چنانچہ زین عراقی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں
 تقدم ان الحسن لا يشترط فيه ثقہ رجال بل اذا كان فيهم من لم يثبت بالكذب دروی من وجہ آخر کان حسنا
 علی شرط المتقدمه وغير المهم من ان يكون ثقہ او سواد انتہی فی شرح المغیث میں ہر اما مطلق
 فواللہ فی اصل سندہ بالصدق الضابط المتقن غیر تامہ او بالضعیف بما عد الکذب ذم مقتضی معطلوہا
 عن الشذوذ والعلیہ انتہی پس اگر وہم ثقہ ہونا مسلمہ کا مسلمہ ہی ہو حدیث کی حسن نے جو میں کہہ دیجئے
 ہوگی جب تک کہ اس کا سند مسلمہ الکذب ہونا ثابت ہو اور اس حدیث کی مثل جسکو مسلمہ نے
 روایت کیا ہے دوسری طرح سے ہی مروی ہے اور اس میں سماعی یا عام ایک ہی کی کو بھی محل
 نہیں ہے چنانچہ جسکے لکھتے ہیں قال محیی الحسنی فی اخبار المدینہ حدثنا محمد بن یعقوب حدثنا عبد الرحمن بن
 عن رجل عن محمد بن عبد الرحمن عن الحسن بن عبد اللہ بن علیؑ اذ سلم قال من فی المدینۃ زائر الی ذب
 شفاعتی یوم القیامۃ من ان فی احد المؤمنین احب الی انہ انتہی اور محمد بن یعقوب لکھتے ہیں محمد بن یعقوب بن
 ابو عمیر الزبیری المدنی صدوق وعبد اللہ بن جب ثقہ وکبر بن عبد اللہ ان کان لمر فی فتوہ تابعی
 جلیل فیکون مسلما وان کان یکبر بن عبد اللہ بن الربیع الانصاری فتوہ صحابی انتہی افا و عبارت
 میزان میں یہ ہے قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ نہ مترك الحديث فمذه رواة ابن ابی حاتم واما
 رواة ابی علی الصدوق عن عبد اللہ عن ابیہ نہ قال صالح الخ قال اس مقام پر عبارت میزان
 لفظ بلفظ نقل کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود نقل روایات حج ہے اور روایت توثیق اسلئے
 منقول نہیں ہوئی کہ حج تعدیل مقدم ہوتی **اقول** فقط روایات حج نقل کرنا مقصود ہے شرعا
 ورواۃ حج کو مقدم کرنا خلاف جمہور نہیں ہے جیسا کہ تفصیل او کی گئی چکی قال اور حصص
 بن سلمان کی نسبت میزان لا اعتدال میں لکھا ہے وكان ابیہ فی الحدیث الخ **اقول** حدیث
 من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانا زار علی حیاتی کو اجلہ محدثین نے ہسانہ متعدد دوسری روایت کیا
 دارقطنی انجمن میں لکھتے ہیں حدثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز حدثنا ابو الربیع الزبیری
 حصص بن ابی داؤد عن لیث عن مجاہد عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من حج فزار قبری

بعد وفاتی کان کنی زارنی فی حیاتی اور سند طبرانی یہ ہے حدیثنا الحسن بن سہب استری حدیثنا ابو یوسف
 حدیثنا حفص بن ابی داؤد عن لیث الخ اور سند البوعلی یہ ہے حدیثنا ابو الیاس حدیثنا حفص بن ابی
 داؤد الخ اور سند ابو احمد بن عدی صاحب کمال یہ ہے اخبرنا الحسن بن سفیان حدیثنا علی بن حجر
 و حدیثنا عبدہ بن محمد النجفی حدیثنا ابو البریع الزہری قال علی حدیثنا حفص بن سلیمان قال
 ابو البریع حدیثنا حفص بن ابی داؤد قال عن لیث الخ اور سند ابن عساکر یہ ہے اخبرنا الخلال اخبرنا
 ابراہیم بن منصور اسلمی اخبرنا ابو بکر المقرئ اخبرنا ابو سعید المفضل بن محمد بن ابراہیم المجدلی حدیثنا
 سلمۃ حدیثنا عبد الزراق حدیثنا ابو عمر حفص بن سلیمان الخ اور دوسری سند ابن عساکر کی یہ ہے اخبرنا
 ابو القاسم اسمعیل بن سعید اخبرنا ابو القاسم اسمعیل بن سعید اسمعیل بن سعید اسمعیل بن سعید اسمعیل بن سعید
 عدی اخبرنا الحسن بن سفیان حدیثنا علی بن حجر حدیثنا حفص الخ اور تیسری سند ابن عساکر یہ ہے
 اخبرنا ابو القاسم اخبرنا ابو بکر البیہقی اخبرنا علی بن احمد بن عبدان حدیثنا احمد بن عبیدہ حدیثنا محمد
 بن اسحق حدیثنا بکا حدیثنا حفص بن سلیمان عن لیث الخ اور سند بیہقی یہ ہے حدیثنا عبدہ
 بن یوسف اخبرنا محمد بن نافع الخ و حدیثنا المفضل بن سعید حدیثنا سلمۃ حدیثنا عبد الزراق حدیثنا
 حفص الخ اور سند ابن نجار صاحب لدۃ الثمینیۃ فی اخبار المدینۃ یہ ہے ابنا عبد الرحمن بن
 اخبرنا ابو الفضل الخاقط عن علی بن فضال بن ابی القاسم الخ اور سند ابن حجر بن عساکر
 بن اطمین حدیثنا علی بن حجر حدیثنا حفص بن سلیمان عن لیث الخ اور سند ابن جوزی مشیر الفرق سکان
 الی الآثار الامین یہ ہے حدیثنا ابو الفضل عن ابی علی ابنا ابو القاسم اخبرنا القاسم بن حسن حدیثنا
 الحسن بن اطمین الخ اور ابوعلی کی سند یہ ہے حدیثنا یحییٰ بن یوب حدیثنا حسان بن ابراہیم حدیثنا
 بن سلیمان عن کثیر بن یزید عن لیث بن ابی سالم عن مجاہد الخ اور تفسیر الدین سبکی نے بعد ذکر
 کرنے اپنے ہانید کی طرف ان محدثین مذکورین کی حفص کے توشیح کی تحقیق بلیغ کی ہے
 عبارت اوکلی یہ ہے اما کوں حفص بن سلیمان لغاری العامری ہو حفص بن ابی داؤد و فلکذک
 قال النجاشی ابن ابی حاتم وابن عدی وغیرہم واکوٰنہ ہولہ راوی لہذا الحدیث فلکذک قال ابن
 عدی وابن عساکر و ہذا الیہ البیہقی و یرواہ ابی انی الذہبی لکن ابن حبان فی کتاب الثقات ذکر
 ما یقضی التوفیق فی ذلک نہ قال حفص بن سلیمان البصری المقرئ یروی عن الحسن بن سہب

ثلثين واثنتين وليس هذا بحسن سليمان الزهراني عن القاري ذلك ضعيف وهذا ثبت ثم قال في الطبقة
 التي بعد جعفر بن أبي داود وروى عن ابن حبيب روى عنه ابو الربيع الزهراني هذا كلام ابن
 حبان ومقتضاه ان جعفر بن أبي داود المذكور في الطبقة الاخرى ثقة وانه غير القاري الضعيف
 المذكور في الطبقة التي قبله على سبيل التمييز بينه وبين البصري وقد ذكر ابن حبان جعفر بن سليمان
 البصري في كتاب المجرمين وذكر ضعفه وقال انه ابن أبي داود وعبد القول بانه اشتهر عليه وجعلها
 اثنين احد هما ثقة والاخر ضعيف على ان هذا مقابل بان ابن عدي ذكر في ترجمته جعفر القاري
 من حديث أبي الربيع الزهراني عن جعفر عن النسيم بن حبيب عن عون بن أبي جحيفة عن ابي قال
 مربي صلى الله عليه وآله وسلم رجل يصلي قد سدل ثوبه فخطفه عليه وعبد ايضا ان يكونا اثنين وثلاثين
 علي بن عدي فجعلها واحدا والموضع موضع نظر فان صح مقتضى كلام ابن حبان زال الضعيف
 فيه ولا ينافي هذا كونه جاز سمي في رواية هذا الحديث لجواز ان يكون قد وافق جعفا القاري في
 اسميه وكنيته وان كان هو القاري كما حكم به ابن عدي وغيره وهو ابن امرأة عامر فقد اكثر
 الناس الكلام فيه وبالغوا في تضعيفه حتى قيل عن عبد الرحمن بن يوسف انه كذاب متروك
 يضع الحديث وعندي ان هذا القول سرف فان هذا الرجل امام قرأة وكيف يثق به ليعتقد انه يقدم
 على وضع الحديث والكذب وتيقن الناس على الاخذ بقراءته وانما غاية انه ليس من اهل الحديث
 فلذلك وقعت المنكرات والغلط الكثير في روايته وقد قال عبد الله بن احمد بن حنبل سألته
 يعني اباه جعفر بن سليمان المقرئ فقال هو صالح وروى عثمان بن احمد الدقاق عن حنبل بن
 اسحق قال قال ابو عبد الله وما كان بحسن بن سليمان المقرئ باس وجسبك بهذين القولين عن
 احمد واما قدان علي بن من روى عن احمد خلاف ذلك ان ثبت ضعفه فانه لم يفرق بهذا الحديث
 وقول البيهقي انه الفرد بحسب ما اطلع عليه قد جاز في معجم الطبراني الكبير والاولى متابعت
 انتهى اورثه زيب الكمال من شخص بن سليمان الاسدي قال ابو علي الصوفي عن عبد الله بن
 احمد عن ابيه صالح وقال حنبل بن اسحق عن احمد باب اس انتهى لمخضا قال ابو الربيع الكوفي
 بن ابراهيم بن الطيب بنين لم يكن جعفر بن سليمان او كثير من شيوخه يروون الحديث بن الحسين بن علي بن فضال
 سليمان اضعف من ان يروى هذا الحديث كما عرفت ثبت هو كآب كثير من شيوخه كمال الملاحظة فانه يروي هذا الحديث

میں لکھا ہے قال ابو زرعة لیں وقال احمد بن صالح ضعيف وقال يحيى بن معين ليس بشي الخ
اقول ان جروح مبہرہ کے معارض اقوال تعدیل موجود ہیں میزان الاعتدال میں ہے قال

احمد صالح الحديث وروى عثمان بن سعيد عن يحيى قال لفته وقال ابن عدا حادithe ارجوان
تلكون مستقيمة انتهى اور کاشف میں ہے کثيرون من نظير الازدي البصري عن مجاهد وطائفة

وعنه عبد الوارث وطائفة قال ابو زرعة لیں قال احمد وغيره صالح الحديث انتهى قال او
طبرانی نے کبیر اور واسط میں اس سناد سے روایت کیا ہے احمد بن رشد بن عمر ابیہ

عن الليث بن بنت الليث بن ابی سلیم قال حدثني جدتي عايشة بنت يونس امرأة الليث
عن ليث بن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن عمر اس سناد میں احمد بن رشد بن ابی سلیم نسبت

میزان میں لکھا ہے قال ابن عدی کذبوه الخ اور ہی سہیں رشد بن ابی سلیم ترجمہ میں یہ کمال
میں کہا قال ابن معین ليس بشي الخ اقول تهذيب الكمال میں یہ نسبت رشد بن کے

یہ بھی لکھا ہے قال الميوني سمعت ابا عبد الله يقول رشد بن سعد ليس بإبي عمن يرو
عنه لكنه رجل صالح قال لفته النشم بن خارجة وكان في المجلس فتبسم ابو عبد الله وقال ليس

به بأس في احاديثه الرقاق وقال البخاري سئل احمد عنه فقال ارجوا له صالح الحديث او فظ
عبد العظيم المنذري كتاب الترغيب والترهيب میں لکھتے ہیں رشد بن سعد قال احمد ارجوا

صالح الحديث وحسن الترمذي انتهى قال اور اس میں راوی لیث بن ابی سلیم وادسی
بہ نسبت تهذيب میں مرقوم ہے قال النسائي ضعيف الخ اقول ضعف ليث كما سبق

انجبار اس کا سبب متابعات کے ہو سکتا ہے اور اقول تعدیل ہی اس کی حق میں موجود ہیں کا
میں ہے لیث بن ابی سلیم فیہ ضعف لیث بن سعد حفظہ وكان ذا صلوة وصيام وعلم كثير انتهى

اور کتاب الترغيب والترهيب میں ہے لیث بن ابی سلیم فیہ خلاف وقد حدث عنه الناس وقال
الدارقطني كان صاحب سنة انما انكره اعلیہ مجمع میں عطار و طاؤس و مجاہد و لفته ابن معین

فی روایتی انتہی افاد و ثبوت اس حدیث کی کہ معنی متحد ہو ساتھ حدیث من حج دلم یزنی فقد
جہانی کے الخ قال او لا متح المعنی ہونا ان دون حدیثوں کا غیر مسلم ہے کیونکہ ایک میں

لفظ سبعة موجود ہے اور دوسرے میں یہ لفظ نہیں اقول پر ظاہر ہے کہ جس میں لفظ سبعة نہیں

او سہم وہ مراد ہی پس معنی دو نو حشیں متحد ہوئیں اور اگر شبہ ہو کہ من حج ولم یزرنی فقد جفا
 میں لفظ حج و اوئیں حدیث یعنی من وجہ سقہ فلم یزرنی فقد جفانی میں یہ لفظ نہیں توجہ اب اسکا
 یہ ہے کہ جس میں لفظ حج کو وہ اتفاقاً وارد ہے قید اخرازی نہیں ہے پس یہ زیادت اتحاد معنی میں نکل
 نہوگی اور وجہ اسکی کہ یہ قید اتفاقی ہے یہ ہے کہ اس حدیث کے دو سرے طریقوں میں یہ لفظ نہیں
 ہے سبکی شفاء الاستقام میں لکھتے ہیں قال ابو الحسن بن الحسن بن جعفر الحسینی فی کتاب اخبار الہدیۃ
 حدثنا محمد بن سہیل حدثنی ابو احمد الہمدانی حدثنا النعمان بن بشیر حدثنا محمد بن الفضل عن جابر عن
 محمد بن علی عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ علی آلہ وسلم من ار قبر یرقبر بعد موتی وکانا
 زارنی فی حیاتی ومن لم یزرنی فقد جفانی وقال الحافظ ابو عبد اللہ بن النجار فی الدرۃ الثمینۃ روى
 عن علی انه قال قال رسول اللہ من لم یزرقبر یرقبر فقد جفانی وقال ابو سعید عبد الملک بن محمد بن
 ابراہیم النیسابوری ابو اعطی فی کتاب شرف المصطفی روى عن علی مرفوعا من زار قبر یرقبر بعد موتی
 فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزرقبر یرقبر فقد جفانی وہذا الکتاب فی ثمان مجلدات و مصنف عبد
 صنف فی علوم الشریعۃ کتابا تو فی سنتہست واربعاۃ بیسایور و قبرہا مشہور زیارہ ہیک - و
 قدر دی حدیث علی بن طریق آخر لیس فیہ تصریح بالرفع ذکرہ ابن عساکر انبا عبد الملک آخر
 عن ابن الشیرازی خبرنا ابن عساکر خبرنا ابو الغضائری عن عبید اللہ خبرنا ابو محمد الجوبہری خبرنا علی بن
 محمد بن احمد حدثنا محمد بن ابراہیم حدثنا منصور بن قدامۃ الواسطی حدثنا الضیاء بن ابی الیاء
 حدیث عبد الملک بن ہارون عن ابیہ عن جبرہ عن علی قال قال رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 حلت لہ شفاعتہ یوم القیامۃ من ار قبر رسول اللہ کان فی جوار رسول اللہ و عبد الملک فیہ کلام
 کثیر انتہی اور بروی بغرض توثیق روایت ابو الحسن الحسینی لکھتے ہیں النعمان بن بشیر تقدم الکلام
 علیہ فی الحدیث الخامس محمد بن الفضل قال انہ مدنی فهو غیر محمد بن الفضل بن عطیۃ الذہبی کذبہ
 خلاف قول ابن عبد اللہ مادانہ ہولان ذاک کوئی و لقال مروزی نزل بخار و جابر ان کان الجفنی
 قال ابن عبد اللہ مادانہ جفیف فیہ کلام کثیر و ثقہ شعبۃ و الثوری و محمد بن علی ان کان اباجفر الباقر
 فالسند منقطع لانہم مدرک جبرہ علی بن ابی طالب وان کان ابن الحنفیۃ فقد ادرك اباه علیا
 انتہی اور ابن حجر مکی نے تصریح اتفاقی ہونے قید حج کے کی ہے عبارت اولیٰ یہی مران ذکر الحج فی خبر

من حج ولم یزرنی فقد جفانی انما ہو لیسان الاولی لان ترک الزیارة ممن حج وقد قرب من المذنبۃ البغیر
 افعی من ترکها ممن لم یحج وما ذکر لیسان الاولی لا مفہوم له وچ فیکون المعنی من لم یزرنی فقد جفانی
 واذا تقران ہذا معنہ فلا یفہم منہ ان من زارہ ثم حج ولم یزروہ مرہ اخوی بعد حجہ انہ جفاہ نعم وقد
 من قولہم الا تی اول الفصل الرابع اذا انصرف الحاج الخ انہ لیسان کل حاج اذا انصرف من حج بکلی
 او غیرہ ان یزور عقب کل حج وان الزیارة تاکلیج ولا ینافی ہذا ما قد متہ اولہ بل کل ہذا علی الاصل
 وترکہ لا جفا فیہ بخلاف ترک السنۃ الہی الزیارة مثلاً من اہملها فانه جفا ای جفا و انتہی امر عبادت
 سے اور عبادت سابقہ ابن حجر سے صاف ترجیح تو ان جو ب یارت ظاہر ہے کلام تفصیلہ قال
 ثانیاً اگر متحد المعنی ہونا تسلیم ہی کیا جاو تو ہی ایک کی توثیق سے دوسرے کی توثیق لازم نہیں آتی
 مگر جبکہ اسکو اور اسکو سب کی متحد ہوں اقول یہ قاعدہ کس کتاب میں ہے کتبہ اصول میں اسکو
 خلاف صحیح ہر افادہ محدثین چند فرقہ پر تفرق ہیں الخ قال ابن جوزی اور صفائی کو اگر بعض
 محدثین نے مباہلین میں محدو د کیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس حدیث کو ابن حجر نے
 موضوع کہا اور اسکی متابعت اور روئے ہی کی ہے اور اسکا ہی موضوع ہونا مسلم نہ کہا جاوگا اور اس
 حدیث میں اور محدثین نے ہی متابعت ابن جوزی کی کی ہے جیسے زکشی و ذہبی و محمد بن عبد اللہ
 و شیخ الاسلام ابن تیمیہ و شوکانی اور انہیں سترہ میں اولک مباہلین میں ہونا تو صاحب سالیہ نے
 اصلاً نہ کو نہیں کیا اقول جیسا کہ ہونا ابن جوزی اور صفائی کا اس باب میں ثابت ہو گیا
 پس بعد ان کے جو محدثین آئے انہوں نے اگر متابعت الخ و ان کی بجز و تحریروں کی انوکھے کی اس
 صورت میں ہرگز انکا کلام مقبول نہوگا اور اگر خود انہوں نے تحقیق رواۃ کر کے حکم وضع کا دیا
 بعد معاینہ انکی تحقیق کے حکم انکا مسلم رکھا جاوگا اور یہی نے جو اس حدیث جفانی پر حکم وضع کا
 دیا متابعت ابن جوزی کے دیا چنانچہ ابن حجر نے لسان میں تصریح اسکی کی پس کلام انکا مقبول
 نہوگا باقی رہی زکشی اور ابن عبد اللہ و انکی عبارت معائنہ کرنا چاہیے اور ثابت کرنا چاہیے
 کہ انہوں نے مجرد متابعت مباہلین سے حکم وضع کا نہیں پایا قال اور ابن تیمیہ کے مباہلین میں سے
 ہونیکے لیے اگرچہ عبارت لسان کی پیش کی لیکن انہیں تحریف کو کام فرمایا پوری عبارت یہ
 طاعت الرد المذکورہ فوجہ کہما قال البکی فی الاستیعاب وکن وجہ کثیر التماثل الی النکتہ فی ردھا

التي يورد ابن الطبر الحلي ان كان معظم ذلك من الموضوعات الواهيات لكن في رده كثير من الجاد
الجياد التي لم يتحضر حال تصنيفه مظانها الثابتة كان لا تساعده في الخط ان الحلي على ما في صدره الا ان
عائد للنسيان انتهى اس عبارت صاف ظاہر کہ ابن تیمیہ اور لوگوں سے نہیں ہی جنگی عادت یا
کہ از روی مبالغہ حدیث صحیح کو رد کرتے ہیں ورنہ جو عند صاحبان نے بیان کیا اوسکی کیا حاجت
تھی اقول کیا آپ کا نوعی عالی ہے کہ تحریف اور اختصار میں فرق نہیں سمجھتے ہیں اور اختصار پر جا بجا
حکم تحریف کا دیتے ہیں اور جو عند صاحبان نے بیان کیا وہ آپ کے مضمر ہے کیونکہ اوس صاف
واضح ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ بوقت تصنیف مجرد اپنے حفظ کے اعتبار پر احادیث کو مقدم کر کے
تھے اور رجوع طرف مظان اور احادیث کے اور واقع احوال و اس کے نہیں فرماتے تھے اور یہی
معنی مبالغہ کے ہیں کہ بغیر تامل و فکر ایک حدیث صحیح کو موضوع اور راہی بنادینا اور اوپر افتار
اہل علم نقل کرنا اور ابن جوزی و صفائی کی طرف جو مبالغہ منسوب کیا گیا اوسکی یہ معنی نہیں ہیں
کہ یہ دونوں غلبہ ہوسات نفسانیہ سے یا اہل عناد سے احادیث صحیحہ کو موضوع بنائے کیونکہ
ایسا خیال نامدالیسہ اجلہ محدثین کی طرف کہ جنکی تصانیف تمام کثاف اطراف میں اثر و سائر
ہیں اور انکی جلالت قدر پر دال ہیں کوئی نہیں کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ یہ دونوں بغیر تامل وافر
و فکر غائر و بغیر رجوع طرف مواقع احادیث کے حکم وضع کا دیتے تھے اور یہی مضمون ابن تیمیہ میں
ہی حسب تصریح ابن حجر باا گیا پس انکی مبالغہ ہوئے ہیں کیا شک ہا منہاج السنۃ تصنیف
ابن تیمیہ کے ملاحظہ کیجئے اوس کی کیفیت مبالغہ کی منکشف ہو جائے گی بطور نمونہ چند روایات
اوس میں سے تحریر ہوتے ہیں ایک مقام پر لکھتے ہیں ما یدکرون فی فضائل عاشوراء وادار
من التوسعة علی العیال و فضائل المصافیة لہما و الخصاب لا غشال و نحو ذلک یدکرون فیہا اصلاً
کل فک کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم لم یصح فی عاشوراء الا فضل صیامہ انتہی
اسن الذا کو دیکھیے کہ جلد ان اخبار پر سو خبر صیام عاشوراء کے کذب کا حکم دیتے ہیں حال آنکہ
اگرچہ احادیث فضل جنا خصاب وغیرہ باطل ہیں لیکن حدیث توسعة علی العیال نزدیک تحقیقین
محدثین کے حسن بلکہ صحیح ہے و سبب مقاصد سنہ میں لکھتے ہیں حدیث من وسع علی عیالہ فی
یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ السنۃ کلہا الطہرانی والبیہقی فی شعب فضائل الاوقات والابو شیخ

عن ابن مسعود والاولان فقط عن ابي سعيد والثاني فقط في الشعب عن جابر والی ہر عہدہ وقال ان انا
 كلها ضعيفة لكن اذ نضم بعضها الى بعض فادقوة بل قال العراقي في امالي الحديث ابي ہر عہدہ طرق صح
 بعضها ابن ناصر الحافظ واورده ابن الجوزي في الموضوعات من طريق سليمان بن ابي عبد الله
 وقال سليمان مجهول سليمان قد ذكره ابن حبان في الثقات فالحديث حسن على راءه وقال له
 طرق عن جابر على شرط مسلم اخرها ابن عبد البر في الاستذكار من واية ابي الزبير عنه وهي صح
 طرق عنه انتهى اورا يك مقام من ابن تيمية ككتبه بين حديث الطبر لم يروه واحد من اصحاب
 الصحيح ولا صححه ائمة الحديث ولكن هو مروي عن بعض الناس مروي عنه في فضل غير على حديث
 الطائفة من المسند وابت الموضوعات عند اهل العلم بمقتضى النقل انتهى اس سلب كلي اور حكم جبري
 كوديكته حال آنكه حديث طبر كوتردي وغيره اجلة محدثين نے روایت کیا ہے اور اكثر دون نے اسے
 حكم ضعف كاد يار دہی سیر اعلام النبلاء من ترجمہ ابوبكر سجستاني من كتبه بين حديث الطبر
 على ضعفه فله طرق جملة وقد افردت في جنودنا بالاعتقاد لطلانہ انتهى اورا يك مقام من تحريم
 كرتے بين اما حديث صلوة التبشير فان فيها قولين لم واظهر القولين انما كذب وان كان قد
 اعتقد صدق طائفة من اهل العلم ولما لم ياخذ بها احد من ائمة المسلمين انتهى اس عبارت كوديكته
 كقول اخني كواظهر بنا ديا اور اس حديث كے اعتبار كا ائمة مسلمين سے سلب كلي كيا حال آنكه
 حديث اجلة نقاد كے نزديك صحيح يسيوطي مرقاة الصعود شرح سنن ابي داود من كتبه بين
 افراط ابن الجوزي فاورد هذا الحديث في الموضوعات واعلمه موسى بن عبد العزيز وقال انه مجهول
 وقال الحافظ ابن حجر في كتاب النخصال المكفرة لئلا نوب المفردة والمؤخرة اساس ابن الجوزي بنكره
 هذا الحديث في الموضوعات وقوله ان موسى مجهول لم يصيب فيه فان ابن معين والنسائي ولفا
 وقال في امالي الاذكار هذا الحديث اخرجه البخاري في جزء القراءة خلف الامام والوداؤد وابن حبان
 وابن خزيمة في صحيحه والحاكم في مستدركه وصححه والبيهقي ومن صحح هذا الحديث او حسنه غير تقدم
 ابن منته واللف كتابا والاجر الخطيب والوسعد السمعاني والبيهقي المديني والنذري و
 ابن الصلاح والنووي في تهذيب الاسماء وآخرون انتهى اس طرح ابن تيمية حاجا منها حسنة
 من او تصانيف ديكر من احاديث ممتدة كوكه اجلة محدثين او كذا تحسين وفتح كرتے بين بقاء

ابن جوزی و دیگر محدثین کے حسب اعتماد و وسعت حفظ کے حکم وضع اور کذب کا دیتیہ بین اور انکار
 اہل علم سے اس کو فروغ کرتے ہیں کمالا لکھنے علی بن ہاشم الہاشمی معلوم ہوا کہ کلام الخالیسیہ
 سوانح میں بغیر تطبیق و دوسرے محدثین کے کلام کے مسلم نہ کہا جاوے گا اور غرض اس بیان سے
 تحقیر ابن تیمیہ میں ہی بلکہ غرض اس قدر ہے کہ ان کا حکم اس باب میں مسلم نہ کہا جاوے گا ورنہ فی نفسہ
 ابن تیمیہ کی جلالت اور وسعت نظر و حفظ اور عبارت فنون حدیث و تفسیر و فقہ و اصول
 وغیرہ میں شہین ہیں اور نظر اس کے کہ اکثر قاصدین نظر ابن تیمیہ پر تشبیح و تلمیح کرتے ہیں اور دیگر
 قول کو ہر باب میں لغو سمجھتے ہیں چند عبارات اجلہ محدثین کے جو انکی جلالت پر دال ہیں نقل
 کی جاتے ہیں حافظ ابن حجر و دیگر کامنہ میں لکھتے ہیں قال الذہبی شرحہ لابن تیمیہ فی بعض الاجازات
 قرأ القرآن والفقه وناظر استدلال سبع ودریں ہو و در العشرین و نصف التصانیف و ہمار
 من کبار العلماء فی حیاء شیوخہ و تصانیفہ نحو اربعۃ آلاف کراہی و اکثر وقال الذہبی فی سوانح
 الخوانق لکذا مذہب الصحابة والتابعین فضلا عن المذاهب الاربعة فلیس فیہ نظیر وقال
 فی موضع آخر له باع طویل فی معرفۃ اقوال السلف و قل ان یذکر مسئلۃ الاذکر فیہا مذہب
 الائمة وقد کتب الذہبی الی السبکی بعیانہ بسبب کلام وقع منہ فی ابن تیمیہ فاجابہ من جملة جواب
 اما قول سعیدی فی الشیخ تقي الدين بن تیمیہ فالمملوک یحقق کبر قدرہ و زخارۃ بحرہ و توسعہ
 فی العلوم العقلیۃ و النقلیۃ و فرط دیانتہ و جہادہ و المملوک ليقول ذلك انما و قدرہ فی نفسہ
 البر من ذلک اهل مع ما جمعا من الزيادة والوسع والديانة ونصره الحق والقيام له بالامر
 وجريه على سبيل السلف وقرأت بخط الحافظ صلاح الدين العلامی فی ثبت شیخ شیوخنا الحافظ
 بہاء الدین عبد اللہ بن محمد بن حلیل النصفۃ مع بہاء الدین علی شیعنا و سیدنا و امامنا شیخ التتمیم
 السالک بن توجہ حسن طریق ذی الفضائل المتکاثرۃ والجمع الباہرۃ و هو الشیخ الامام العالم
 الربانی والجزیر النورانی امام الائمة بركة الائمة علامۃ العلماء و اراث الانبیاء والمرسلین آخر
 المجتہدین اوجہ علماء الدین شیخ الاسلام حجة الاعلام قدرة الانام برہان التکلمین قاص
 المبتدعین سیف المناظرین کثر المستفیدین ترجمان القرآن اجموتہ الزمان فرید العصر
 والاوان تقي الدين امام المسلمين حجة الله على العالمين عمدة الحفاظ فارس العماني والاعلام

رکن الشریعۃ ابو العباس احمد بن عبد الجلیل بن تمیمہ الحرانی الحنبلی انتہی قال اور اگر رد کرنا کسی
 حدیث کا کہ دوسرے کے نزدیک جمیعہ موجب شمار کا گروہ مبالغین سے ہونے کوئی شخص
 اہل فن سے اس مبالغہ سے بری نہیں ہو سکتا علاوہ اسکے چاہیے کہ اس قیاس پر قبول کرنا اور
 حدیث کا جسکو دوسروں نے رد کیا ہو موجب ہوشمار کا اس فرقہ سے کہ احادیث کے نکتہ بین
 نہایت تساہل کرتے ہیں اور سبکی اس صفت کے ساتھ متصف ہیں پس چاہیے کہ فرقہ راویوں
 داخل ہوں اقول رد کرنا اس حدیث کا جو جمہور نقاد کے نزدیک مقبول ہو بلا وجہ موجب
 موجب دخول فرقہ مبالغین میں ہی اور صفت شیخ الاسلام ابن تیمیہ میں موجود ہی جیسا کہ حق
 ہو چکا اور سبکی کی صفت تساہل بغیر ثابت کرنے کی اوکلی تصانیف سے مسوع نہیں ہوا
 اگر سبکی اس حدیث کو جسکو جمہور نقاد فن غیر مبالغین موضوع و باطل لکھتے ہوں صحیح
 لکھتے ہوں البتہ وہ فرقہ متساہلین میں معدود ہونگی و لیس کذاک آب قدس بکلمتہ
 قدس سبکی ہی بیان کی جاتی ہو تا اشتباہ تساہل کا لہذا فیہ مرفوع ہو جاوے سیوطی حرس الممانہ
 فی اخبار مصر والقاہرۃ میں لکھتے ہیں العلامة تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکاظمی بن
 تمام بن حماد الانصاری سبکی قال لہ فی الطبقات التام الفقہاء الحدیث الخافض المفسر
 الاصولی الشکر النحوی اللغوی الادیب الجدی الخلالی النظار شیخ الاسلام بقیۃ المحدثین
 المجتہد المطلق والدسبک من اعمال المنوفۃ فی صغریٰ ثلاث وثمانین ستمائۃ و ہشتۃ الیہ
 ریاستہ فی العلم بصر قال لاسنوی کان الفکر من رأیناہ من ہل العلم ومن اجہل للعلوم و ہل کلاما
 فی الاشیاء الدقیقۃ واجلد ہم علی ذلک وقال الصلاح الہی عنی الناس یقولون ما جاء بعد الفراء
 مثله عنہ انہم یظلمونہ ہذا وما ہو عنہی الا نسل سفیان الثوری وقال ابنہ فی الشرح قال اشہا الدین
 بن التقی صاحب مختصر الکفایۃ وغیرہ اجابت بکلمۃ بین طائفۃ من العلماء وقدنا نقول وقد
 اجد الامتہ الاربعۃ فی ہذا الزمان مجتہدا عارفا بذراہین جمیعین یرکب لنفسہ ندیر ما من المذہب
 الاربعۃ بعد اعتبار ہذہ المذاہب المتعلفۃ کلما لازاد الزمان بہ واقفا والناس لہ فافترقوا
 علی ان ہذہ المرتبۃ لا تعدو الشیخ تقی الدین سبکی ولہ من المصنفات الجلیۃ النفاۃ الہیچما
 ان کتبہا و الذہب لما فیہا من النفاۃ البدیقۃ والتدقیقات النفیستہ منہا الدرر النظم

فی تفسیر القرآن العظیم مکملہ شرح المذہب للنفوس الالہیہ فی شرح النہاج الرقم الابرز شیخ محمد بن
 الحنفی فی سلسلۃ التعلیق رفع الشقاق فی مسئلۃ الطلاق شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام
 السیف المسلول علی من سب الرسول تو فی سنتہ ست و خمسون جماعہ انتہی لخصاص اور در کاتبین
 ہی قال الاسوی فی الطبقات کان السبکی النظر من اینہاء من اہل العلم ومن اجمعہم للعلوم و انہم کلامانی
 الاشیاء الدقیقہ و کان فی غایۃ الانصاف و الرجوع الی الحق فی البیاحت و لو علی لسان احدین
 الطلبة مو اطبا علی وظائف العبادات مراعیاً لارباب الفنون انتہی **قال** اور قاضی محمد شوکا
 کے مبالغین ہی ہونیکا کچھ ثبوت پیش نہیں کیا اور کہونکر وہ مبالغین سے ہو سکتا ہی حال آنکہ
 فوائد مجموعہ میں خود ایسے لوگوں پر طعن کرتا ہی اقول اس کے مبالغ ہونکی وجہ یہ ہے کہ فوائد
 مجموعہ میں اکثر احادیث کی وضع کے حکم کو ابن جوزی اور صفانی اور جوزقانی اور ابن ہبیب سے
 کہ یہ ب شدیدین ہی بہ نقل کر کے سکوت کرتا ہی اور معارض ان کا کلام کے جو اہل محدثین سے کلام واقع ہوا اس کو
 کرتا ہی اور حدیث میں حج و عمرہ میں شوقانی نے حکم وضع کا ابن جوزی اور صفانی ہی نقل کیا اور یہ دونوں محدثین
 ہی بہن فاو اوذب ہی میران جو حکم وضع کا نقل کیا شاہ لسان المیزان کو ملا خطہ میں کیا **قال** لسان المیزان
 سے توثیق نعمان بن بیل کی ثابت ہوئی ہی اور اس پر اس موضوعیت نہیں ہی بلکہ اس موضوعیت محمد بن محمد بن النعمان
 ہی ہو جیسا کہ حافظ ابوہریرہ ارقطنی نے حواشی کتاب ابن جبان میں لکھا ہی **انہ اقول** دارقطنی کی روایت
 میں محمد بن محمد بن نعمان عن جبرہ واقع ہو جیسا کہ لسان المیزان میں ہی محمد بن محمد بن النعمان
 بن شبل الباہلی المصری عن مالک روى عنه الوراق الہدائی و قد طعن فیہ الدارقطنی و اتہمہ و قد یخرج
 الدارقطنی فی غرائب مالک احادیث من طریق ابن شبل محمد بن محمد بن النعمان ابن شبل البصری حدیث
 جدی حدیث مالک و متنگر ہا ہیاتی فی ترجمۃ النعمان و الذی تحریر من ہذا ان النعمان و والدہ
 رویا عن مالک اما محمد بن محمد فلم یدرک مالکا انتہی اور سند ابن عدی میں محمد بن النعمان عن ابیہ
 واقع ہو جیسا کہ عبارت ذہبی سے واضح ہی و قال ابن عدی حدیثا علی بن سہم حدیثا محمد بن النعمان
 بن شبل حدیثی ابی حدیثی مالک عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من حج فلم یر فی فصد
 جفانی اور اسطرح بر بیان الدین جلجی نے کشف حقیث عن حمی بوضع الحدیث میں ذکر کیا کہ
 اور محمد بن محمد بن النعمان کا اگرچہ اتمام بالکذب میزان اور تنہا بشریہ میں مذکور ہی لیکن

محمد بن النعمان اور نعمان کا شتم بالکذب ہونا ثابت نہیں بلکہ نیران میں نعمان کی توثیق نہ کر
 ہے پس ضعف یک طریق سے جسمین محمد بن محمد بن النعمان ہی ضعف دوسرے طریق کا لازم نہیں آتا
 اور آپ نے قول محقق میں ذہبی کی عبارت یوں نقل کی قال ابن عدی حدیثنا علی بن آخر
 حدیثنا محمد بن محمد بن النعمان حدیثی ابی حدیثی مالک الخ یہ تحریف صحیح ہے کیونکہ عبارت ذہبی میں
 محمد بن النعمان حدیثی ابی ہونہ محمد بن محمد بن النعمان و کم من فرق بینما اور سبکی شفاء الاستقام
 میں لکھتے ہیں ذکر ابن عدی احادیث النعمان ثم قال ہذا الاحادیث عن نافع عن ابن عمر حدیث
 بہا النعمان عن مالک ولا علم رواہ عن مالک غیر النعمان ولم ار فی حدیثنا غیر ما قد جاوزا لہ
 فا ذکرہ وروی فی صدر ترجمتہ عن عمران بن ہوسی الزجاجی انہ نقی عن موسی بن ہارون انہ مقم
 و ہذا التہمتہ غیر مغسوة فالکمل بالتوثیق مقدم علیہا و ذکر ابو الحسن الدارقطنی ہذا الحدیث فی اتحاد
 مالک بن انس الغرائب التي ليست فی الموطا و ہو کتاب ضخیم قال حدیثنا ابو عبد اللہ و عبد الباقی
 قال حدیثنا محمد بن محمد بن النعمان حدیثنا جدی اخبرنا مالک عن نافع عن ابن عمر عن البیہقی عن ابي عبد اللہ
 علیہ و علی آلہ وسلم من حج البیت ولم یر فی نقد جانی قال الدارقطنی تغرّب بہذا الشیخ و ہو مکرر
 ہذا عبارة الدارقطنی و الظاہر ان ہذا الامکار نہ بحسب تغرّوہ و عدم احتمالہ بالنسبة الی الکسار
 للذکور و لا یلزم من ذلک ان یکون المتن فی نفسہ منکر او لاموضوعاً و قد ذکرہ ابن الجوزی فی
 الموضوعات و ہر صورت منہ بالغ فی الہ علیہ قال ابن عدی و قال ابن الجوزی عن الدارقطنی
 ان الحمل فی علی محمد بن محمد بن النعمان لا علی جدہ و کلام الدارقطنی الذی ذکرناہ تمحل لذلک لان
 یکون المراد بلغ النعمان كما قال ابن عدی و اما قول ابن حبان ان النعمان یاتی عن النقات
 بالطامات فتوشل کلام الدارقطنی الا انہ بالغ فی الامکار و قول ابن الجوزی ان الدارقطنی
 طعن فی محمد بن محمد فالذی حکیناہ من کلام الدارقطنی ہو الامکار لا التضعیف فحصل
 ہذا البطلان حکم علیہ بالوضع لکنہ غریب کما قال الدارقطنی و ہو لا مل کلام ابن حبان لان بعضہ غیر متقر
 ہذا آخر الکلام فی ہذا المقام و سد المجرد علی ذلک علی الکمال و التمام و کان ذلک فی لیلة یوم الثلاثاء بالاسکندریہ
 و العشرین من الجادى الاولی من ثمان مائة و تسعین و الف و مائتین من ہجرة رسولنا علیہ السلام و علیہ السلام

حامدا و مصليا

اما بعد من گوید راجی رحمت رب نوی ابو الحسنات محمد عبد المحی کنکدوی تاجا از سعدین نه بجای و آن
 که عرصه شش ماهی شده که حکیم نور الحسن صاحب از شهر استفتایان مضمون ارسال فرمودند که در خان
 زید از عورت غیر منکوحه پسری متولد شده و آن عورت دختر دیگر کسی اشیر داده آیا نکاح برادر زید یا بن دختر
 باینست یا نه فقط فقیر در همان ایام جوابش بدین مضمون نوشته که در موجب بودن لبس زن تا تحریم نکاح
 را اختلاف است یک طائفه قائل بعدم تحریم اند مثل صاحب بحر و شایع مبنیه و یک طائفه قائل بتحریم اند لیکن
 ایشان تصریح می سازند که مضوع از لبس زن تا برزانی و اصول فروع وی حرام می شود نه بغیر ایشان پس در
 مسئله نکاح برادر زید یا بن دختر باینست فقط آیه چندی که صاحب مدعی رد جواب فقیر تحریری بعضی علما
 نهم فرستادند نام محرر و تحریر کرده اند لیکن از عنوان تحریر نمیدم که تحریر مولوی محمد بشیر صاحب سبوانی است
 در جواب آن بسط بسیط ساخته و راه محرم نه حکیم صاحب سال ساختن علامه اش را انکه از عبارت خزانة الفتاوی
 و خلاصه نظیر بر معنای نه از این و نه از این غیر تحریم مضوع از لبس زن تا برزانی و فروع و اصول او تا بهشت نه بغیر ایشان
 و این امام تاجنیس از شیخ عبد الله الجرجانی نقل کرده که نکاح آن بای هم زانی محلال است بعد از بخت نه بینه و نه بها
 و صاحب بر و شایع زید از بر عذر زانی و حال آنی اتفاق نقل کرده و مبنیه لبس زن را مثل او تصویف کرده و برادر
 که در برادر و هم فرقی نیست و یک طائفه فقها بر آنند که مضیقه که نه بر زانی حرام است و نه اصول فروع او و این
 صاحب بحر و شایع گفته و صاحب فتح آنرا از ادب بیجائی صایبنا بیع نقل کرده و ما وجه قرار داده و همین در مختار و فصل
 و صاحب نه بر آن حکم او جوده پس بنا برین فتوی جواز نکاح آن ضعیف با برادر زانی اندرست فقط پس این
 رد ایشان پس وجوه سائیم و بنیاد جوابشان کندیم حالا یک طوطی عنایت نایشان بود و ۲۳ جمادی
 بدین عبارت از فقیر حقیر محمد بشیر تاجا و عنه العالی المجهر بخیر است مگر می معظمی مولوی محمد عبد المحی صاحب بیج که بعد
 سلامت الاسلام و شتیاق ملاقات خلوص التیام آنکه فتوی حضرت در باب ضایع سائیده بنوم چون سر
 مخالف فقیر امام ابو حنیفه بود و جالبش نشسته هر چه خدمت عالی میسازم اگر قبول کنند فلو المطلوب الا بافتقار
 عنایت از پخش سر فرزند فرمایند و هم قرار بعضی مسائل آنکه خلاف نزاع است اما چون این قلع محض نظر
 حق است امید دارم که موجب لال نشود فقط رسیده و هم از خود رساله بخورده رسانیده حالا خلاصه تقریرات ایشان را

بعد حذف عبارات فیه میفرموده شان که نقل آنها بجز تطویل سودی نخواهد بخشید ذکر کرده و دو خارج آنها را چون
 می سازم و غرض از آن بجز احقاق حق امری بگرنه دارم تقصیر و در خصوص سئوال از امام ابوحنیفه چیزی نغول نیست
 و فقها حنفیه مختلف اند بر سه قول اول اینکه لعین ناشل لعین حلال است و بر کسانیکه بر وضو لعین حلال حرام شود
 بلعین نیز حرام میشود و دوم اینکه ضعیف از لعین زنا بر زانی و اصول و فروع حرام است نه بر غیرشان و سوم
 اینکه نه بر زانی حرام است و نه بر اصول و فروع **اقول** وجود قول اول در کتب متعدده نیست البتة اینقدر در کتب
 که لعین الحرام کالحلال یافته می شود و هم در آن کتب علت ضعیف از لعین نابرم و خالف کورست پس معلوم شد که
 تشبیه عبارت مذکوره در جمله جزئیات نیست و هرگاه یک سئوال در وضعی مطرح مذکور شود مفتی با اطلاق یا
 و از وضعی خلاف آن مستنبط شود مفتی را لازم که بر صریح فتوی در جوی در جوی اشیای فواید صریح
 نفسه الفوائد الزینیه انه لا یل الاقنار من القواعد الفصول و اما علی المقتی حکایت النقل الصریح که امر حجابی است
 حالا ملاحظه باید کرد که ازین مذهب کدام جامع است و کدام مرجع پس بگویم که قول اخیر صریح با قول امام مطلقه
 مخالفت دارد چه بلاشک مصاهره حلال زنا رضای زوجه بر زوج حرام میشود چنانچه در رد المحتار و محطا و
 مذکور است و مصاهره زنا از امام ابوحنیفه در اثبات حرمت مانند مصاهره حلال است چنانکه در کفایه و نوادر
 موجود است پس بنت رضای موطوره زنا نزد امام ابوحنیفه بلاشک حرام است **اقول** بن کلام چند نظر اند
 اول اینکه طلب حج یا ایا کتب حنفیه در کار است یا از برای خود اگر از برای خود منظور است موقوف بر بودن
 انا صاحب حج است و اولیلس پس اگر اول منظور است پس باری که بر ترجیح مذهب حرمت باشد ضرر و زیان
 و عبارت حنفیه در ترجیح مذهب علت برای زانی و اصول و فروع غیر البیان ملاحظه شوند در حرمت المعتمد
 فی المذهب لعین لعین الزانی لا ینال التحریم انتی و قد رد المحتار است الی مثل کما قال فی البحران المعتمد فی المذهب
 ان لعین الزانی لا یتعلق به التحريم و ظاهر المراجع و اما ینیه ثبوت قلک ذکر فی شرح المغنی انه لا یعد عمل لدراية
 او او اقتصار سادات و قد علمت ان الوجوب مع عدم التحريم انتی و در فتح القدیر است ذکر الوری ان الحرمة مثبت
 من جهة الامم خاصه عالم مثبت النسب مثبت من الاب و کذا ذکره الايجابی و صاحب البیان جع هو صاحب
 الحرمة من الزانی للبعضیه و ذلک فی الولد نفسه لانه مخلوق من ماء دون اللین و لیس اللین کاینا من بیانه
 فرج النغدی بکلمات الولد و النغدی لا یلق الا بایع مل من عالی المدة لاس من الی العبد فلما انابت فلاحیه
 بخلاف ثابت النسب لان النفس هو حدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ثبت الحرمة انتی و در رد المحتار

و کذا الزنا والادراج لا یفتح انتهى و در نه زانی است قید با الزوج لانه زانی با مکره فولدت فارضعت
جاء للوصول الزانی و فروع التزویج بها کذا اختاره الوبری و علیه جری الا سیحی و صاحب البیان جمل فی
المحیط کالاول مخبره با فی خان الاول اوجیه انتی پس هر گاه رضیع مذکوره بر نفس زانی و حصول فروع بنا
مذهب مفتی به جلال شد در حلال شدن آن بر برادر زانی چه شکند و آنگاه قائل بخرش از فقید حرمت
باصول فروع و زانی می سازند چنانکه از ملاحظه فتاوی مذکوره الصدر واضح میشود و نیز تصریح می سازند
که برعم و خال زانی حلال است چنانچه در فتح القدر است فی التمهین من عللته المناطی عن شیخ ابی عبد الله
انه کان یقول فی الدرس لا یجوز للزانی التزویج بالصبیلة فی حقیقه و لا لآبائه و لا لاجدادهم و لا لاولادهم و لا لعمه و لا
التزویج بها کما یجوز بالصبیلة التي ولدت من الزانی لانه لم یثبت نسبها من الزانی حتی ینظر فیها حکم القرابة و التزویج
علی آباءه و اجداده لا اعتبار بالجزئیة و لا جزئیة بینها و بین العلم انتی و در حرمت ظاهر کلامهم ان هذه الصبیلة المولودة
من الزنا لا تحرم علی علم الزانی و خلافا لفقهاء و اذ اثبت هذا فی المتولدة من الزنا فکذا لک فی حق الصبیلة بلین
انتی پس بنا بر مسکلتین ملاحظه تیر نکاح صبیله مذکوره بر برادر زانی جائز خواهد شد و هم اینکه مفتی را لازم که
اختیار ترجیح صحاب مذهب خود سازد و در تحریر فتوی رای خود را داخل ندید مگر چه خود محمّد باشد چه
و نیز ان می نویسد لما ادعی الجلال السیوطی مقام الاجتهاد المطلق النسب کان یفتی الناس ان الزیج من باب
الشافعی فقالوا لا یفتیمه بالبرج عندک فقال لم یساوونی عنی لک انما ساوونی عما علیة الامام و صحابه انتی و
هر گاه در ضمن فیه ترجیح اهل انساب ترجیح ثابت است فتوی را طاققت چون چرا باقی خانه معلوم اینک در اختیار
در فصل محرمات می آید در حکم عام تحریر رسا و مضاعفا مصاهره الکاتبی فی باب انتی و در فصل رضاع می نویسد
الوطی شبهة کالحلال قیل کذا الزنا والادراج لا یفتح انتهى و عبارات معلوم شد که ضروریست نازک کلام
که در بحث محرمات و غیره مجمل واقع شده مستثنی است علی الرأی البرج چهارم اینک از بودن مصاهره زن زنا نزد
امام ابوحنیفه مانند مصاهره حلال اگر مرد و کلیه است یعنی در جمیع جزئیات پس از عبارات کفایه نور الانوار
ثابت نیست اگر مرد و کلیت در حرمت و لا در زنا بر زانی است پس مسلم است لیکن مفید بری نیست بحدیثیکه
در حاشیه شهاب در کتاب النکاح می نویسد لا عبرة بما فی کتب الأصول اذا خالفنا ما ذکر فی کتب الفروع انتهى
بنام عاید اگر عبارات نور الانوار را دیگر کتاب اصول مفید حرمت صراحتی هم باشد بقایه ترجیحات کتب فیه اعتبار
نخواهد شد شهابی که بعد از ثابت شدن حرمت بنت رضاعی موطوره زنا نزد امام ابوحنیفه چنانکه مجیب

مدعی آنست گفته خواهد شد که چون ارباب جمیع برخلاف آن فتوی اذنه اعتبارش برین باخدا شد مقرر فتوی
محققین غفیه بحجرت نیت رضاعی موطوره بزنا تصحیح نموده اند و بنا بر طحاوی رد المحتار توهم است **اقول**
این کلام مخدوش است بچند وجه اول اینکه مجرد بودن حکم است در کتب غفیه محل تبلیغ نیست تا نقل عبارت بحجرت
فائده دهد بلکه گفتگو در ترجیح است و اگر تبذیر به ترجیح حرج است ثابت نمیشود بلکه ترجیح علت دوم آنکه طحاوی
و صاحب المختار بهتمدنی الشرح است و بهتمدنی الشرح بهتمدنی المسائل و ساز صاحب جمیع و نه صاحب جمیع
و نه از صاحب جمیع بلکه این هر دو از نقل قول افعال و اما قائلین علت است از ارباب ترجیح تحقیق اندک
ابن جام که صاحب حر الشان از ارباب جمیع معدوم ساخته چنانچه عبارتش در کلام سرور نقل کرده شد و صاحب
البشان از ارباب اجتماع شمار کرده و آن ایجابی که جمعی در حواشی مشابه و بحث احکام الاشی الشان از ارباب
ترجیح ذکر کرده و مثل صاحب بزرگوار ایشان را جمعی در خلاصه الاشی الشان ذکر کرده و این اثر محققین در
کرده پس بقیه ترجیح ایشان را طحاوی و صاحب المختار را چه مجال که مقابله سازند و معلوم آنکه طحاوی و
صاحب المختار در بحث رضاع عبارت فتح را که وال ترجیح علت است نیز نقل ساخته آرا کوی که در پس قول
ایشان این گذشته قول سابق را اختیار کردن مرجح نا انصافی است تقریر مذکور علت برائی آنی و چون فروع
حرج مخالف قول امام الضیفه است پس گویند بعضی فقها و وجه معتبر نوشته لیکن چون مخالف قول امام است غفیه
بر آن فتوی نشاید **اقول** این کلام غفیه است بدوجه اول اینکه از مخالفانین قول امام اگر میرزا
است که مخالف قول امام و همین سنده است پس غلط است چه خود مجیب سابقا گفته که از امام خصوص این کلام چه خبر
منقول نیست اگر مراد اینست که مخالف کلیات مقرر نمند امام است پس ری نیست چه فتوی از کلیات نمیشود
که امام بلکه از جزئیات و هم آنکه تعبیر پوشش مخالف قول امام هرگاه غفیه تحقیق برخلاف آن فتوی اذنه مقتضی الامر
اتباع شان سازد و فتوی بر قول امام همان وقت داده میشود که ارباب جمیع برخلاف آن فتوی ندهند و در ردی
ست حاصل آن حکم آن اتفاق علیه اصحابنا یقینی قطعا و الا فلما انصح المشایخ اهل القبول و کما استهوا و لا فلتا
لیتبره الترتیب بان یفتی بقول ابی حنیفه ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر و معتبر قوه الدلیل فی الاول
ان کان الصحیح قبل التفصیل خیر من الفتی الا فلا یصلح بالمصحح فقط و فی الثاني اما ان یکون احدیها باطل فیل
اولا ففی الاول قبل یفتی بالاصح قبل بالصحیح فی الثاني خیر ازهی تقریر مذکور است نیز مرجح است چه علت است
رضاعت نزد غفیه شبه بعینیت است و او را بنیت اصل مخرج اعتبار کردن و نه بعینت غیر ایشان اعتبار آورد

مخالفت این است اقول البتة لا شرعا اعتباری نیست پس در علم و خال دیگر حاشی شش بعینیت در بر مقام
 منجر بشبهه شبهه شده و ملاعنا بل شبهه لا لانا نزل منها من جهت فقها و مضاعف البتة نایب حاشی ملال
 می گویند و بر زانی و فروع و اصول سببیت جزئیت حکم حرمت میدهند تقریر علت انقلاب بشبهه شبهه
 زناست پس آن در اصول فروع و غیر ایشان شرک است اگر امری بگیرد پس آنرا بیان باید کرد اقول
 در لیدة نام من وجهی نیست بسبب طلق و از لطفه زانی و من وجهی نیست بسبب نیکه شرع آنرا اعتبار
 ساخته پس بحکمیت اول زانی اصول فروع حرام است و بر حاشی مثل علم خال انی اتفاقا حرام نیست چنانچه از
 بحر منقول شده همچنین بر مضاعف البتة نام من وجه شبهه جزو است و من وجه شبهه جزو نیست پس بحکمیت اولی هر دو
 و اصول فروع حرام شد و بحکمیت ثانیه بر حاشی زانی ملال شد این است سر تفرقه فقها و در بیان انی و هو
 و فروع و در بیان حاشی تقریر را که سانی که این نه به منقول است مثل شیخ ابو عبد الله الجرجانی نه مجتهد است
 و نه مجتهد فی الذمیب و نه مجتهد فی المسائل نه از اصحاب تخریج و نه از اصحاب ترجیح و نه از اصحاب تون بلکه مل
 که از طبقه سالو باشند پس قریل شان چگونه قابل خواهند شد اقول این سنت قدیمه بحکمیت که بر حال قضیه
 مطلع نمیشود و حال خول آن در فروع سالو پیدا می شود شیخ ابو عبد الله از قدما و محققین است و معتدرا با
 ترجیح است صاحبه ایکه از ارباب ترجیح است و همچنین من سکه بر توش اعتماد ساخته و این اجماع آنرا مقرر است
 تقریر که سانی که حرمت ضمیمه مذکور بر زانی و اصول فروع کرمی کنند تصریح بر این فرمی سازند که بر غیر زانی اصول
 و فروع ملال است یا و اقول اگر مراد این است که کسی ازین طائفه تصریح نکرده پس مضر غلط است چه صاحب
 تخمین از ناظمی تفکر کرده که ابو عبد الله می گفت که ضمیمه مذکور بر زانی و اصول و فروع حرام است و علم
 ملال صاحب بحر و نه نیز تصریح این امر ساخته و اگر مراد این است که بعضی از ایشان تصریح نه ساخته اند پس مضر
 علا و هارین کسی ازین طائفه تصریح حرمت بر حاشی ساخته بلکه بر زانی و اصول فروع اتمه کرده و قنصار در
 عبارت لیل اول است بر یک بر حاشی نزد ایشان حرام نیست چه مفهوم را در عبارات فقها و اعتباری است و در شباه

می آرد لایحوز الاجتاج بالمعوم فی کلام الناس ظاهر المذهب کالاوله و اما مضموم الروایة فمجتبه کما فی غایة البیان
 سن الحج انتی و در جامع الرموز است مضموم الحالفة فی الروایة بمعوم الموافقة معتبر للاخلاف کما ذکره مصنف
 یعنی مصلحتی بقدره فی کتاب الکلام لکن فی جازقه از ابدیانه غیر معتبر و الحق انه معتبر انتی و صاحب کتور در کما
 می نویسد التخصیص فی الروایات يدل علی انی ما علاه انتی و همچنین است در شرح وقایه و نمایه در شایع حمید الدین

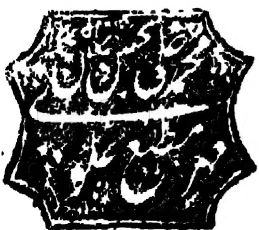
بر پایه و حواشی شرح وقایع غیره تقریر اگر تر شده شود که مذکور است از آنها مستقول نیست و خوشتر آنکه در شرح تقریر
و مجمع المهر و در مختار وجود است پس از آنکه احوال صاحب محیط نیز همچو نقل کرده و قاضی ان بدان خبر
کرده و ظاهر این کلام است مگر آنکه چنانچه پس از احوال موجب حرمت است و خصوصیت با فروع و اصل ندارد و چنان پس
زنا پس این قول غیر منقول گفتن میرسد بی انصاف است اقول سبحان الله انصاف را بی انصاف و بی انصاف را
انصاف نامیدند آیا نمیدانی که اگر پس از احوال کمال الحرام در کتب مذکوره مذکور است لیکن از آن تقیم متفاوت و تشبیه
اتحاد و جملة امور و در نمیست با پنج شرح عقاید سنی غیر آن مذکور است و صاحب فتح خود ملک ضعیف مذکور و در
آنچنین نقل کرده پس محل کردن عبارت مذکور و تقریر همانا کردن آن چشم پوشی از دیگر عبارات میرسد انصاف اوقای
نیز حرمت ضعیف مذکور بر زانی و اصل فروع مخصوص کرده می نویسد رجل زنی با امرأه فولدت منه و اصبت بها
اللبس صغیرة لا يجوز له الزانی ولا الاحصن آباءه و اولاده کما هو الصبیة انتهى پس من قاضی ان نیز تقریر نموده است
و نسبت این قول بطرف صاحب مطلقا قبل عبارت است و خدا معانوم است که کدام محیط مرا دست اگر محیط بر
است پس ان فتوی اوان درست نیست اگر محیط رضوی است پس تعل عبارتش ضرور بود این صاحب محیط رضوی
میرد و قاضی بعضی معاصرین خود که بعضی سائل و بعضی گفته کرده محیط تعل سئال کرده بود سائدی نویسد نقل من
البرائی کذباً ان محیط البرائی مفعول و کما صح له ان میر حاج فی شرح منتهی المصلی علی تقدیر انظر فی دن اهل عصر
لم یحجر الا فتاوی منه و لا نقل عنک صاحب بقی فتح القدرین کتاب القضاء فی و منطونم این است که نسبت این قول
بطرف محیط از عبارات نه که سابقاً نقل کردم و در جواب سابق هم نقل کرده بودم ماخوذ شد حال آنکه کلام من هم صواب
و فروع زانی است نه در حواشی پس ان همین قدر متفاوته که صاحب محیط جن ام را نیز موجب است اصول
و فروع مثل پس احوال سئال آنکه مطلقاً پس احوال را شمس ساخته و اگر تسلیم ساختم که صاحب محیط و چنانچه تصریح
تقریر کرده باشند یا تقریر ارشان شد پس میگویم که قول شروح کسب مقدم اند بر قول فتاوی خیای صاحب
در رخص الغشاء عن قت الدوم و العشامی نویسد که فی الفقه الیسائل ان لا عبرة بقول الفقهاء فی ادعایها انقول
المذهب غایت است و فی الفتاوی و اذا لم یوجد یا فی الفقه المذهب تقریر از جایه منقول معلوم میشود که قریب احوال چنانکه در حقیقت
است قریب است زیرا که موجب است بعضی اصحاب شروح و فتاوی و صاحبان الفتاوی و صاحبان فتاوی و قاضی ان غیر
تقریر این تقریر نیز کرده اند اقول از شتون تقریر متفاوت است و از شرف و قیاس مذکور است تقریر این تقریر است
بنامه تقریر متفاوت است و یا که تفاوت تقریر است و یا که تفاوت تقریر است و یا که تفاوت تقریر است و یا که تفاوت تقریر است

و هو المشبه باللا وجه وغيره انتهى مخصوصا وقتي ابر خلاص ترجيح راجع فتوى اودان بر نسبت چنانكه رد فتاوى منيوسيد
 قد ذكره والآن المحقق المطلق قد نقد انا المقيد على سبع مراتب مشكوه واما نحن فعلىنا التمسك بما جرد وندو كمالا وافتقا
 في حياتهم انتهى آرى اگر ترجيح قهرا خلاف نص حلی اعمشود و الوقت انرا ترك كردن درست است لیكن این خاص لغیر نیست
 بلکه خود واجتا و تبیین اگر خلاف نص عمومی اعمشود بران عمل نخواهد شد كما یصح فی موضع دیگر چون در ضمن فیضی صحیح
 مثبت اصل الاقوال نیست لاجرم بر فتوی مجربین کفایت کرده خواهد شد و فتوی اودان بر خلاف مذکور باجماع انضیقه مستند
 مستند نیست کتب قهرا و ملاحظه شوند و هیچ میشود که صد با جا خفیه بقول مجربین یا قول فخر خلاف امام فتوی او مانند
 مطلقا قول امام معتبر فتوی قهرا که بر خلاف آن اعمشود معتبر نشود لازم می آید که کلام قهرا در ترجیح در وقت ظهور
 ترجیح بغیر شیخ محبت و ترجیح قرأت ذکار زائده نماز و مثال آنکه از امام خلاف آنمانه قول است معتبر نشود و اگر امام لک
 من العجايب قلت و بظاهر است که در میان ابر و رسم فرقی نیست هر گاه نزد طائفه اولی ضعیف کوره بر عزم رانی محال
 و جلالتش بر برادر چنانکه قول که هر گاه از کلام طائفه اولی حرمت ضعیف مذکور بر اصول فروع رانی ثابت شده
 اصول فروع برادر فرقی نیست پس حرمتش بر برادرانی شکی ندارد قول سایر ابر و میان فروع اصول فرقی
 بین بخلاف برادر و عم علامه ازین لازم می آید که برای عم و خال هم راه باشد و این خلاف مصوات تو نیست علامه
 قول المجتبى خلاف قولهم قلت اگر برین تغییر کفایت نشود و صافی نیز باید طلب شود برین اعتبار است که در
 قول حیات و مختار در کل محام ترجمین بسیار و صاه و صاه و اذاعت مست ملاحظه شود آن نیز به فتوی قول و الحکم رضا
 مع قوله فیما قبله لوم من انا حرمه فرع المنزیه و صلها صا عا فی القیاسانی عن شرح الطحا و عدم حرمتش تنال کن فی العظم
 و غیره و این محرم کل من الزانی المنزیه علی اصل الماء و فروعها اعم و مقتضی التقید بالفرع و الاصل انه لا خلاف فی ان الماء المحرم
 غیره بامان الجواشی کالایح و العلم انتهى قوله و عبارت مذکور جزیه مطلوبه بر کرر مصحح نیست زیرا که مطلب غیر از این است
 که زانی بر اصل فروع غیره حرمت و نیز نه اصل و فرع انی امام شیهه با بر و القیاسه بگوید که مقتضی التقید بالاصل و الفرع
 اینست که در عدم حرمت برادر و اول فروع اختلافی نیست یعنی بر و شاهی انی غیره حرمت یافته و در جواشی نیز نه زانی
 حرمت یافته و مقتضی عدم حرمت ضعیف بر برادر زانی آنست ثابت میشود که در عبارت تغییر این برود که فرع بر
 بر حوا زانی حرمت نیست اقوال در اینجا هم حضرت مورد را باشد این فاعله یغور بشوند عبارت مستسا و جامع و بنویسد
 و حرمت نزد قول صا لغایه حرمت صلیب است ایام المنزیه و انتمیه و انما و المنطوق الی الفرع و من کن انما کانت الکلام
 الی انه لم یطو غیر شتهاه یحرم علیه اما و تبیین کما فی غیره عند الظاهر من کما فی حدود المنطوقه و فی ان فرع المنزیه و

رضاعا لا تحرم کفانی رضاع شرح الکفا و سبک من فی الرضاع ان شاء الله لیکن فی التظلم غیره نه بجز کمال من الرضاع الیه نه علی
 اصل الاخر و در عه رضاعا انتهت بسبب ستانی در باب حرمت فرج مزینه و اصل آن رضاعا بزرانی اختلاف نقل است
 از شیخ طحا و علت آن که کرده از نظم حرمت ذکر کرده و از نظم مفهوم شده که زانی بر اصل مزینه و فرج آن حرمت و نه فرج
 بر اصل فرج زانی حرمت است و چون حرمت است متناکس از عباراتش اینهم مفهوم شد که فرج مزینه و اصل آن رضاعا بزرانی
 حرام بر خلاف قول طحاوی و اینهم مفهوم شد که فرج زانی و اصل آن رضاعا بزرینه حرمت و حصار المختار میگوید که مقتضی
 تفسیر ستانی مسئله اصل فرج مقتضی این است که در عدم حرمت اصل مزینه و فرج آن رضاعا بزرانی یعنی حوا
 کالایح و عدم حرمت اصل آن و فرج زانی رضاعا بزرینه یعنی حواشی و خلاف نیست یعنی نه ستاد حرمت فرج مزینه
 و اصل آن رضاعا بزرانی اختلاف نقل کرده از شیخ طحا و علت و از نظم حرمت ثابت کرده حرمت فرج را و اصل آن بزرانی
 از نظم نقل ساخته و مقتضا تفسیر حرمت زانی و مزینه را و تفسیر حرمت اصل فرج بایشان این است که فرج در اصل
 هر یک است و دیگر اتفاقا حرمت پس معلوم شد که تفسیریه در در المختار بسو مستراح است و نه غیرها بسو
 زانی و مزینه است نه آنجا که محیب بقوکرده که تفسیریه بطرف صاحب است و نه غیرها بسو اصل فرج است آنچه که
 این طلب با بسو کدی از این است که مقتضا کلام صاحب المختار نیست که مقتضا تفسیر اصل فرج عدم خلاف در عدم حرمت
 بزرانی است و در اصل فرج مختلف است بر ظاهر صاحب این اختلاف نقل شده البته نه ستاد حرمت اصول فرج مزینه بر
 زانی اختلاف نقل ساخته پس لابد تفسیریه بطرف ادراج خواهد شد اگر تسلیم کرده شود که تفسیریه راجع بسو صاحب نظم
 است بر آن تقدیر هم طلب مستقیم است بدینطور که تفسیر غیر راجع بسو زانی و مزینه است و معنی اینست که مقتضا کلام
 فطریه در آن حرمت هر یک مزینه و زانی بر اصول فروع دیگر حرمت اصول فروع هر یک دیگر است این است که اصل
 هر یک و فرج بر غیر زانی و زانی حرمت کالایح و العم و شاهد عدل بر طلب اقم این است که حصار المختار و عبارت
 عبارت تفسیر کمال حرمت فرج مزینه بر زانی است بطور تائید کلام خود آورده است و مطلبی که حضرت محیب متعجب
 به آن اخته از مقام مناسبته ندارد و الله اعلم بر اعباده قلت سابقا از تعالین الا نوافر منقول شده که و
 بالدرایه عدم حرمت است قول اگر چه از کلام صاحب فتح و غیره در اتیان وجه بودن این قول ثابت میشود لیکن فی الواقع
 در اتیان به نیست چه دلیل آن محض نفی است اقول اصل دلیل صاحب فتح این است که حرمت فرج مزینه بر زانی
 است و آن در اول است در لیسین پس لیسین فرج نفی است نه فرج منی بخلاف ثابت النسب چه در آن
 حدیث حرمت ثابت کرده در حرام جد و از رنده و ایراد بر آن بدین مطلق که در رضاع علت حرمت ضمیمه نیست

و آن موجود است نه نفیست بجهت چنانکه مقتضای کراهی محضی است چنانچه مقتضای کراهی نیست که موجب دلالت بر نفیست
حرمت را مقتضای قیاس است عالمی که بعضیت بطور عام باشد یا محال است موجب بودن بدان خلاف قیاس است و بیش
به حریم الرضا و محرم النسب و لیس جلال ثابت کرده و اما در لیس ام پس نصی امر نشده و حقیقت بعضیت
یافته شد پس لازم حکم حرمت نداده و باید شد قلت برگاه فتوی محققین خفیه مثل صاحب حج و صاحب جو حبس
و غیره بر قول عدم حرمت است و جای باید و شاید نکند قوله برگاه این نکته فی التفریح الماس است پس اگر اعتبار
نمی آید و برگاه قول محققین خفیه مثل قاضی خان که از مقتضایین فی المسائل است و صاحب خزانه الفتاوی صاحب
و لم یسره و عنایه مجمع لانه و رازیه خزانه مفتین بر چندین صاحب کتایب صاحب قنایه سراج نیر صاحب حاج و صاحب محیط
تحریر لیس ناموجود است اطلاق ایجاب متون تمام میشود میسازد پس با کلام تمام آید اما قول اول و لاین فتوی
تصحیح ناموجود است پس ایضا نیست بلکه خلاف کلیات امام و آن حضرت است که امر اتفاقا و انیایا اینکه احوال مسلمین
نیز و محققین از عجائبات بیان است میرسد که مثل ابو عبد الله جواد علیه السلام نقل می شود و صاحب ایجاب نیر جامع
طلب ایست و از رویه محققین اصل است و در محققین نقل می شود لکن آنکه عیبه و خلاصه طبعی و بر رویه خزانه لیس
و خزانه الفتاوی فتاوی ضحی جان محال معارضه با ترجیحات شروع نمیشد از آنکه چه فی نفسها است و باشند که امر ایجاب
قاضی این اگر چه بهندی المسائل است لیکن مخصوص این مسئله اگر نصی می کرد البتة ایجاب مقدم میشد و مجرد در فتاوی خود
معارض ترجیح ایجاب ترجیحات نمی تواند شد و اساسا اینکه این جمله تعارض است و فی سبیل مذکور را بر ازانی و اصول فتوی
می نویسند چنانچه عبارات اکثر ایشانی جواب نقل شدند و مفهوم عبارت منبر است که امر اساسا و اینکه اطلاق صحیح
چونکه فتوی شرح الفان اقتضا می نمود خود را شد قلت و بر ظاهر است که لیس از آنکه محال اگر چه بعض متون
در فتاوی مذکور است لیکن شرح محققین قول عدم حرمت را منقبی گفته اند قوله از عبارات نفی موجب سوء لفظ است و
که اعلامت منقبی یافته نمی شود و لفظ معلوم شود که جمله کاتبین این دو لفظ تعارضی است و نوشته اند علی اصل و الا
معلوم قبول بعضی را ترجیح که از این ملام سابق بودند مثل ایجابی و دیگر طحاوی نیز قائل بعدم حرمت است
و توجیه یا صحیح باینست که تفاوت است و تفاوت منقبی در وقت الاشریفت قلت صاحب محمد در زیادت
و لیس آنکه مفید حرمت ختم بر او از زنا است نفیست صاحب حج که نه اند و از بجا خود کرده و اما در فتح گفته خود
صانع و صاحب در کتاب الرضا لیده زنا را بر عمر زانی و حال زانی حلال نوشته و همین وجه گفته و در غیر
و برادر فتی نیست و در این مسئله است که در فرات بر امر حرم حقیقت بعضیت منبر است و در لیده زنا شایع بعضیت

پس حرمت قرابت بهتر نخواهد شد و هرگاه لغزش لیده زنا بر عظم خال حلال شد بی شک ازین زنا بدردی حاصل نخواهد
 قوله قول محل لیده زنا بر عظم خال زانی صاحب بجزارت و صاحب فتح ازین صاحب تحسین انهرجانی نقل کرده و
 جرجان مجتهدین نیست قاضی خان مجتهد است بمرمت آن تصریح کرده اقول جرجانی از معتبرین است و قاضی خان بن
 تصحیح ساخته و صاحب ایاب این تمام نقد کرده و جرجانی سکوت ساخته قوله دلیل جرجانی نیز ضعیف است
 چنانچه قول ولا بر تبه مینه بین العلم اگر نفی جزئیت باین طور که یکی جزو دیگری باشد رواست پس افتقار آن ضرر
 نمیرساند و اگر مراد نفی جزئیت که موجب حرمت باشد است پس غلط محض است اقول معتبر در حرمت تبرعیت
 بعصیت مطلقا چون بعصیت و لیده زنا من جملة بعصیت و من جملة بعصیت زین جهت جرجانی نفی
 زانی و مهول و فروع حکم حرمت اذن در جرح حکم علت اعتبار المشبهین قلت هرگاه در عبارت فقها ظاهر
 واقع شود مفتی لازم که بر فتوی محققین عمل سازد قوله هرگاه در عبارت فقها و تعارض واقع شود مفتی لازم که بر تسکین
 موافق ندیده نام صاحب باشد عمل سازد اقول این قاعده در کدام کتاب ان کتب فقیهیه است اگر ایجاب و الا
 آرا چه اعتبار قلت تعارض مفتی به و غیر مفتی به از عجائب و درگاه است قوله مفتی به بودن قولیکه مخالفند
 صاحب بهیبا باشد زیاده از عجائب و درگاه است اقول این عجب در عزم نیست و اما در نظر ما هر نقض
 بهیج نیست لان العبرة عند الله بالدلیل تمثیه مولوی محمد بشیر صاحب رساله مسلخ و یک یک از
 را برای تطویل رساله نظر ناظرین عبارات متلفه چند چند جا آورده و چون در هر قول شان جمیع تبصیر اوجا
 بود لهذا نقاب هر قول فسختم و بنظر اینکه همین قدر برای محول رساله کافی است اختصار ساختم و آخر دعوانا
 ان الحمد لله رب العالمین و انصاوة علی رسول محمد و آله و صحابه اجمعین و کان اختتام هذا التحریر فی جلسته
 واحدة قدر نصف النهار یوم الاثنين الاول من شهر رجب سنة تسعين عبد الله المصطفى من هجرة
 سيد الثقلين عليه وعلى آله صلوة رب المشرقيين



سند اسامی که در کتاب مطبع علوم مقام لکهنو کرده
 محمد بن یحیی گنجی مهر مطبع ثبت کیلی نقطه و خط